ھذا بلاغ للناس

جامعہ دار العلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ / اگست ۲۰۰۹ء
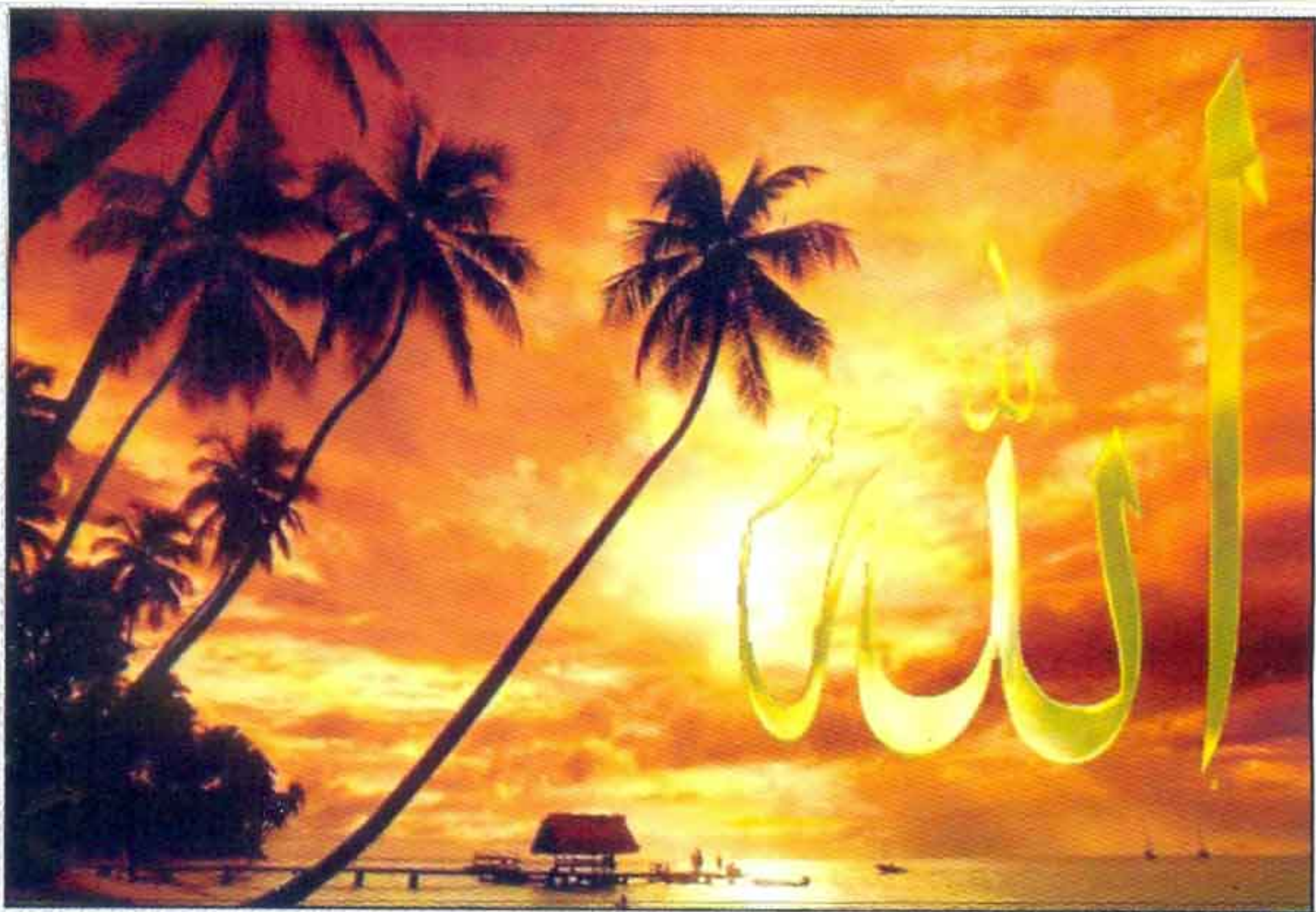
بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ
جامعہ دار العلوم کراچی کا ترجمان
ماہنامہ
البلاغ
کراچی
جلد
۴۴
شعبان ۱۴۳۰ھ / اگست ۲۰۰۹ء
شمارہ
۸

فی شمارہ .... -/۲۵ روپے

سالانہ .... -/۳۰۰ روپے

بذریعہ رجسٹری ...... -/۴۲۰ روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ممالک

امریکہ' آسٹریلیا' افریقہ اور

یورپی ممالک .... ۳۵ ڈالر

سعودی عرب' انڈیا اور

متحدہ عرب امارات .... ۲۷ ڈالر

ایران' بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا

کراچی ۷۵۱۸۰

بینک اکاؤنٹ نمبر

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ

اکاؤنٹ نمبر: 0109-036-153

فون: ۵۰۴۳۴۹۹

۵۰۴۹۷۷۴

Email Address

jamiadarulolumkhi@hotmail.com

Www.jamiadarululoomkhi.edu.pk

کمپوزنگ

ایس۔بی۔ایس انٹر پرائز کراچی

پبلشر محمد تقی عثمانی

پرنٹر القادر پرنٹنگ پریس کراچی

خطاب: صدر جامعہ، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم
ضبط وترتیب: محمد رضوان جیلانی

مسلکِ دیوبند کسی فرقے کا نہیں، اتباعِ سنت کا نام ہے

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

۱۷رجب ۱۴۳۰ھ (۱۱رجولائی ۲۰۰۹ء): ہفتہ کے روز جامع مسجد دارالعلوم کراچی میں ختم بخاری شریف کی تقریب سادگی کے ساتھ منعقد ہوئی، اس میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے حاضرین کے سامنے بہت ہی مفید، چشم کشا اور بصیرت افروز خطاب فرمایا یہ خطاب طلبائے مدارس کیلئے عموماً اور دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے طلباء کیلئے خصوصاً اہم ہدایات پر مشتمل ہے جو بطور اداریہ کے شاملِ اشاعت ہے۔ .... (ادارہ)

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد!

ختم بخاری نصیحتوں اور دعاؤں کی مجلس ہے

اللہ رب العالمین کا شکر ادا نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے ہمیں اس تعلیمی سال کے اختتام پر پہنچنے کی توفیق عطاء فرمائی اور بہت ہی ناسازگار حالات کے باوجود تمام اسباق اور بخاری شریف جیسی عظیم الشان کتاب بھی مکمل کروادی۔

آپ نے درس حدیث سنا، عام طور سے ہمارے ہاں ختم بخاری کا بہت بڑا اجتماع ہوا کرتا ہے، لیکن اس مرتبہ ہم نے اس بات کا اہتمام کیا کہ ختم بخاری کی یہ مجلس کسی تقریب کی شکل اختیار نہ کرنے پائے، کیونکہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ہمارے بزرگوں کا تجربہ یہ ہے کہ ختم بخاری کے موقع پر مانگی جانے والی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرما لیتے ہیں، اس لئے ہمارے والد ماجدؒ بھی دارالعلوم میں ختم بخاری کے موقع پر دعا کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے، البتہ

اس کے لئے نہ تو کوئی اعلان ہوتا تھا اور نہ اس کیلئے کسی بڑی تقریب کا انداز اختیار کیا جاتا تھا۔ خاص خاص لوگ پوچھتے تھے کہ ختم بخاری کا دن کونسا ہے، ان کو بتلا دیا جاتا تھا کہ فلاں دن ہے، جن کو شوق ہوتا تھا وہ شرکت کرلیا کرتے تھے۔

پھر رفتہ رفتہ ختم بخاری کی یہ مجلس ایک بہت بڑی تقریب کی صورت اختیار کرگئی، پھر بہت بڑی تقریب بنتے بنتے طرح طرح کی دعوتوں اور ضیافتوں کا دن بن گئی اور پھر اس کی کیفیت یہ ہوگئی کہ ڈر لگنے لگا کہ کہیں یہ کسی ''میلے'' کی صورت اختیار نہ کرلے اور یہ خوف ہونے لگا کہ اگر اس کو مزید جاری رکھا گیا تو یہ خدانخواستہ ایک مستقل بدعت کی شکل اختیار نہ کر جائے، کیونکہ جتنی بدعتیں ہوتی ہیں ابتداء میں وہ نیک کام ہوتے ہیں۔ تو ختم بخاری کے اندر بھی یہی ہونے لگا، حتی کہ اس کے ترک پر ملامتیں ہونے لگیں، اور رفتہ رفتہ اس کو ایسا عمل سمجھا جانے لگا گویا کہ یہ سنت سے ثابت ہے۔

پھر ختم بخاری کی تقریب میں یہ بھی ہونے لگا کہ وہ طالبعلم جو دورۂ حدیث سے فارغ ہورہا ہوتا اور اس کے پاس کچھ مالی وسعت ہوتی تو وہ اپنے مہمانوں کو ختم بخاری کی تقریب میں شرکت کی دعوت دیتا، اور مہمان بھی ایک دو نہیں، دوسو، تین سو مہمان مختلف شہروں اور دیہاتوں سے سفر کرکے آتے اور ان کو ٹھہرانے کیلئے آس پاس کے علاقوں میں جگہیں تلاش کی جاتیں، ان کے کھانے کیلئے دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا، دیگیں اتروائی جاتیں اور خوب عظیم الشان ضیافت کا اہتمام ہوتا۔

لیکن وہ طلباء جو مالی استطاعت نہیں رکھتے تھے اور ایسی دعوتوں کا انتظام ان کے بس سے باہر تھا ان کے دلوں میں احساسِ محرومی پیدا ہوتا تھا کہ دوسرے طلبا کی دستار بندی کو دیکھنے کیلئے اتنے مہمان آرہے ہیں، لیکن ہماری دستار بندی دیکھنے کیلئے کوئی بھی نہیں آرہا۔

پھر بعض جگہوں پر یہ بھی ہونے لگا کہ مسجد میں ختم بخاری ہورہا ہے اور باہر صحن یا اس سے ملحقہ جگہوں پر لوگ آپس میں ہنسی مذاق اور گپ شپ کررہے ہیں۔ تو ختم بخاری کا جو مقصد تھا کہ درسِ حدیث سنیں تاکہ نصیحت حاصل ہو اور اس بابرکت موقع پر دعائیں مانگیں، وہ فوت ہونے لگا اور پیسے کا ضیاع ہونے لگا، اس لئے پچھلے دوتین سالوں سے یہ کوشش کی گئی کہ جتنا اس کو کم کیا جاسکتا ہو اتنا کم کیا جائے۔

الحمدللہ! ہم نہ تو اعلان کرتے ہیں اور نہ ہی دعوت نامے جاری کرتے ہیں، لیکن چونکہ تاریخ پہلے سے طے ہوجاتی ہے اس لئے لوگ ایک دوسرے کو سینہ بہ سینہ اور اب تو موبائل ٹو موبائل بتلا دیتے

ہیں اور خبر پورے شہر اور ملک میں پھیل جاتی ہے۔ اس دفعہ ہم نے ختم بخاری کی تاریخ کو صیغۂ راز میں رکھا اور آج صبح نو بجے تک اس کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔

ختم بخاری خوشی اور غمی کا دن ہے

ختم بخاری کا دن بہت خوشی کا دن ہوتا ہے، اس لئے کہ اس دن ہمارا تعلیمی سال پورا ہوتا ہے اور طالبعلمی کا زمانہ جو کہ پڑھنے کا شوق رکھنے والے طالبعلموں کیلئے مجاہدوں سے بھرپور ہوتا ہے، خاص طور سے دورۂ حدیث کے طالب علم تو دن رات اسباق میں مصروف رہتے ہیں، ان کو اس سال خاص طور سے بہت محنت کرنی پڑتی ہے اس مجاہدوں والے سال کا بھی ختم بخاری کے دن اختتام ہو جاتا ہے۔

کل ہی ایک طالب علم کہہ رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو تھے کہ یہ موقع خوشی کا تو ہوتا ہی ہے، لیکن غم بھی ہوتا ہے، کیونکہ سارا سال ہم ایک کلاس میں جمع ہوتے ہیں اور ختم بخاری تک یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور اس دن یہ مشترکہ سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اس طالبعلم نے بالکل سچی بات کہی کہ یہ موقع خوشی کا بھی ہوتا ہے اور غم کا بھی۔ اساتذہ، اپنے ساتھی طلباء اور مادرِ علمی سے فراق کا غم ہوتا ہے اور تعلیم سے فراغت کی خوشی ہوتی ہے۔ میں نے اس طالبعلم سے عرض کیا کہ دنیا تو نام ہی خوشی اور غمی کے مجموعے کا ہے۔ طالبعلم کو یہ صورتحال صرف ایک سال ختم بخاری کے موقع پر پیش آتی ہے، لیکن ہمیں اور دیگر اساتذہ کو ہر سال یہ کیفیت پیش آتی ہے کہ ہمارے ہونہار طلباء جو تعلیم کے دوران ہمارے بیٹوں کی طرح ہو جاتے ہیں اور ان سے بے پناہ محبت ہو جاتی ہے اور ان کو بھی اپنے اساتذہ سے بے پناہ محبت، بلکہ عشق ہو جاتا ہے، وہ اس مبارک دن میں ہم سے جدا ہو جاتے ہیں۔ تو ہمیں اس کیفیت سے ہر سال واسطہ پڑتا ہے، خدا کرے آپ کو بھی یہ خوشی اور غمی ہر سال ملا کرے۔ آمین۔

دورۂ حدیث کے طلباء مبارک باد کے مستحق ہیں

ہمارے پاس ہر سال دورۂ حدیث کی مختلف قسم کی جماعتیں پڑھتی ہیں۔ کسی سال استعداد کے اعتبار سے بہت اچھی جماعت آتی ہے کسی سال نسبۃً کچھ کم درجے کی جماعت ہوتی ہے۔

الحمدللہ! اس سال کی جماعت استعداد کے اعتبار سے، محنت اور ذوق وشوق کے اعتبار سے اور اخلاقی و دینی اعتبار سے ممتاز جماعت تھی۔ یہ بات آپ کیلئے قابلِ مبارک باد ہے کہ آپ اپنے اساتذہ سے اپنے بارے میں اچھا گمان لے کر فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔

ہماری آدھی صدی طلباء کی خدمت کرتے ہوئے گزری ہے

آپ امتحان سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو جائیں گے، آپ رخصت ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے اور آپ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ حضرات ہمارا مستقبل اور ہماری امیدوں کا مرکز ہیں، الحمدللہ آج ہمیں تدریس کرتے ہوئے شمسی سال کے حساب سے انچاس سال ہو چکے ہیں، یعنی تقریباً آدھی صدی عیسوی پوری ہو رہی ہے، اور قمری سال کے حساب سے ساڑھے پچاس سال ہو چکے ہیں، یعنی آدھی صدی سے زیادہ۔ ہماری یہ نصف صدی طلباء کی خدمت کرتے ہوئے گزری ہے، کیونکہ ہم نے ١٩٦٠ء یا ١٩٦١ء میں اپنی تدریس کا آغاز کیا تھا۔ اس تمام عرصے میں ہماری کوششوں کا مرکز اور محور طلباء ہی رہے ہیں کہ ان میں علمی استعداد پیدا ہو جائے، ان کو سنت پر عمل کرنے کی عادت پڑ جائے، یہ امت کی قیادت کرنے والے عالم باعمل پیشوا بن جائیں، اس نیت کے اندر اگر کوئی کھوٹ شامل ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں۔ اللھم انا نستغفرک من کل عمل اردنا بہ وجھک فخا لطنا فیہ مالیس لک۔ خلاصہ یہ کہ آپ ہماری تقریباً اکیاون سال کی کمائی ہیں۔

آپ اس بات کا خیال رکھئے کہ آپ کے اساتذہ نے بڑی تمناؤں سے آپ کو یہاں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، آپ نے اتنی بات ضرور دیکھی ہوگی کہ آپ کے اساتذہ آپ حضرات کی خاطر اپنے دن رات کو قربان کر دیتے ہیں، راحت و آرام کو ضائع کرتے ہیں اور کتنے ہی جذبات و خواہشات کو اپنے پیروں تلے روند ڈالتے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اساتذہ کی آپ کیلئے یہ قربانیاں نفع بخش ہوں اور آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ اس کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

ہمارے اکابر نے فرقہ بندیوں کو کبھی پسند نہیں فرمایا

کئی سالوں سے صورتحال کچھ اس طرح بن گئی ہے کہ پورے ملک میں طرح طرح کے فرقے اور گروہ پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں اور دن بدن بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ جماعت ایک ہوتی ہے لیکن

اس میں دو گروپ بن جاتے ہیں، پھر دوسرے گروپ کے بھی دو گروپ ہو جاتے ہیں اور اس ایک جماعت میں کئی جماعتیں اور گروپ جنم لے لیتے ہیں۔ پورے ملک میں بڑے پیمانے پر پھوٹ در پھوٹ چل رہی ہے اور کثرت سے دیوبندی، بریلوی کا لفظ سنائی دیتا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ ہمارے طلباء جو اب علماء بننے جار ہے ہیں رفتہ رفتہ حالات سے متأثر ہو کر کہیں مسلک دیوبند سے دور تو نہیں ہوتے جا رہے؟ ہمیں اس بات پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم نام مسلک دیوبند کا ہی لیتے ہیں، لیکن کیا ہم خود بھی مسلک دیوبند پر عمل پیرا ہیں یا نہیں؟ مسلک دیوبند کا حال تو یہ رہا ہے کہ انہوں نے کبھی اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مسلک کے اعتبار سے کسی کو دیوبندی کہہ کر خطاب کیا جائے، آپ حضرات کو معلوم ہے کہ مسلک دیوبند اور مسلک بریلوی کے درمیان کتنا بڑا اختلاف ہے، لیکن اس کے باوجود ہمارے بزرگ فرقہ بندیوں اور گروہ بندیوں سے اتنا دور تھے کہ کبھی انہوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ مسلک دیوبند کو ایک فرقہ سمجھا جائے اور مسلک بریلوی کو دوسرا فرقہ۔ ہمارے بزرگوں نے کبھی دیوبندی، بریلوی کا لفظ بھی استعمال کرنا پسند نہیں فرمایا۔ اگر آج بھی کوئی اس انداز میں بات کرتا ہے تو طبیعت پر ناگوار گزرتا ہے۔

اللہ رب العلمین نے قرآن مجید میں ہمیں فرمایا: هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورۃ الحج، آیت نمبر ۷۱)
اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

ہمارا نام نہ دیوبندی ہے نہ بریلوی، نہ شیعہ ہے نہ سنی، نہ مقلد ہے نہ غیر مقلد، بلکہ ہمارا نام مسلمان ہے۔ ہمارے بزرگوں کو اللہ رب العزت نے کتاب وسنت کا ترجمان بنایا تھا، یہ ترجمانی صرف زبان ہی میں نہیں تھی بلکہ ان کے عمل میں، ان کی زندگی کے تمام شعبوں میں، ان کے تمام طریقہ کار میں رچی بسی تھی۔ وہ دیوبندی اور بریلوی کے لفظ کو بالکل بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔

والد صاحبؒ نے ہمیں اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے سے منع فرمادیا

ہمارے اکابر کو دیوبندی اور بریلوی کے الفاظ کتنے ناپسند تھے اس بات کے اندازے کیلئے ہم آپ کو اپنی مثال دیتے ہیں۔ ہم دیوبند کے رہنے والے ہیں، ہمارے والد، دادا، پردادا، پردادا کے بھائی بھی دیوبند ہی کے رہنے والے تھے، نسلوں اور صدیوں سے دیوبند ہمارا وطن چلا آرہا ہے۔ ہم نے دارالعلوم دیوبند میں اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور پندرہ پارے حفظ کئے۔ ہماری عمر کا بارہواں سال تھا جب ہم دیوبند سے ہجرت کر کے کراچی آئے۔
اگر ہم اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھتے تو یہ کوئی بے جا بات تو نہیں تھی، ہم اپنے وطن کی نسبت

سے، اپنے آباؤ اجداد کی نسبت سے، اپنی جائے پیدائش کی نسبت سے، اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھ سکتے تھے۔ چنانچہ پاکستان آنے کے بعد طالبعلمی کے زمانے میں ہم اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے ''محمد رفیع دیوبندی'' اور جب نوجوانی کے زمانے میں ذرا شوق ہوتا ہے تو اس وقت بھی لکھتے تھے، طالبعلمی کے زمانے میں اپنے دوستوں کو خط لکھا کرتے تھے تو اس پر بھی اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھتے تھے۔

والد صاحبؒ نے طالبعلمی کے زمانے میں اس بات سے منع نہیں فرمایا، لیکن جب ہم دارالعلوم میں مدرّس بن گئے تو والد صاحبؒ نے ہمیں اپنے نام کے ساتھ یوبندی لکھنے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ اس سے فرقہ واریت اور گروہ بندی کی بو آتی ہے۔ یہ وہی بات تھی جو رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمائی تھی جب ایک مہاجر کا ایک انصاری سے کچھ نزاع ہوگیا اور مہاجر نے انصاری کو مارا تو انصاری نے کہا'' یاللانصار '' اور مہاجر نے کہا'' یاللمھاجرین '' یعنی انصاری نے انصار کو اپنی مدد کیلئے پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو اپنی مدد کیلئے پکارا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات سنے تو اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا: '' دعوھا فانھا منتنۃ '' یہ کلمات چھوڑ دو یہ بدبودار ہیں، (صحیح بخاری جلد ۲، باب قولہ لئن رجعنا الی المدینہ لیخرجن الاعزّ منھا الاذل، ص ۷۲۹) الحمدللہ ہمارے بزرگوں کا خاصہ یہی ہے کہ ان کی تمام باتیں اور نصیحتیں سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے کی وجہ

حضرت شیخ الہندؒ کے نام کے ساتھ دیوبندی اس وجہ سے نہیں لکھا جاتا تھا کہ وہ مسلک دیوبند کے ترجمان تھے، بلکہ ان کے نام کے ساتھ دیوبندی اس لئے لکھا جاتا تھا کہ وہ رہنے والے دیوبند کے تھے اس لئے مولانا دیوبندی کے نام سے مشہور ہوگئے تھے۔

مسلک دیوبند کے اندر گروہ بندیاں

افسوس کہ ہماری المناک صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ مسلک دیوبند کے اندر بھی اب طرح طرح کی گروہ بندیاں ہماری زبانوں پر آگئی ہیں۔ ایک انتہائی بدبودار لفظ جس کو سن کر دل لرزتا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کی روحوں کو اس لفظ سے بہت ایذاء پہنچے گی۔ وہ ہے ''مدنی گروپ'' اور '' تھانوی گروپ''۔ یہ وہی بدبودار الفاظ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دعوھاہ فانھا منتنۃ

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ نسبتیں لگانے والے ان بزرگوں کے سامنے ہوتے تو وہ کبھی اس کو گوارا نہ کرتے اور انتہائی ناراضگی کا اظہار فرماتے، ان بزرگوں کے درمیان اختلافِ رائے تو ہوا، لیکن

گروپ بندیوں کا خیال بھی ان بزرگوں کے حاشیہ خیال تک میں کبھی نہیں آیا۔

حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ کے درمیان اختلافِ رائے کی حقیقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور ان کے رفقاء مسلمانوں کی مصلحت اس بات میں سمجھتے تھے کہ ہند تقسیم نہ ہو، کیونکہ اگر تقسیم کا نعرہ لگایا گیا تو ہوسکتا ہے کہ انگریز اپنے مضبوط پنجے سرزمینِ ہند پر کہیں اور نہ گاڑ دے اور اس بات کو ہندوستان کی آزادی میں کہیں تاخیر کا بہانہ نہ بنالے اس لئے کہ آزادی لینے والوں میں اختلاف تھا ایک پارٹی مسلم لیگ کی تھی اور ایک پارٹی کانگریس کی، اس اختلاف کا انگریز فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ہندوستان کی آزادی کو مؤخر کرسکتا ہے۔

اس لئے یہ حضرات مسلمانوں کی مصلحت اس بات میں سمجھتے تھے کہ تقسیم ہند کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ سو فیصد اخلاص اور للٰہیت کے ساتھ ان کی رائے یہی تھی۔ جب کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاء، اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے رفقاء کی رائے یہ تھی کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونی چاہئے اور پاکستان بننا چاہئے، تاکہ مسلمانوں کو یہ موقع مل سکے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے ملک میں اسلامی نظام قائم کرسکیں اور ان کو اس بات سے دنیا کی کوئی طاقت روکنے والی نہ ہو۔ تو یہ تھی ان حضرات کے درمیان اختلاف رائے کی حقیقت۔

جیسے پاکستان کے مسلمان ہوں گے ویسے ہی وہاں کا نظام ہوگا

جالندھر کے جلسے میں حضرت والد صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ پاکستان میں نظام کیسا ہوگا؟ تو والد صاحبؒ نے فرمایا کہ جیسے وہاں کے مسلمان ہوں گے ویسا ہی نظام ہوگا۔ اگر مسلمان اچھے ہوں گے تو نظام اچھا ہوگا اگر مسلمان برے ہوں گے تو نظام برا ہوگا، لیکن اگر وہ اچھا نظام نافذ کرنا چاہیں گے تو ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور ان کے رفقاء دارالعلوم دیوبند سے کیوں مستعفی ہوئے؟

ان حضرات کے درمیان اختلاف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور ان کے رفقا کو دارالعلوم دیوبند سے اس وجہ سے مستعفی ہونا پڑا کہ کہیں دو مختلف اور متضاد فتوے جاری ہونے کی وجہ سے دارالعلوم کو کوئی نقصان نہ پہنچے، دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے ایک فتویٰ ایک

مضمون کا جائے اور دوسرا فتوی دوسرے مضمون کا جائے، جس کی وجہ سے مرکز میں انتشار کا اندیشہ تھا، اس وجہ سے یہ حضرات دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوگئے۔

اختلاف رائے کے باوجود ان حضرات کے درمیان اعلیٰ درجے کی تعظیم وتکریم تھی

میری عمر آٹھ سال سے زیادہ ہوگی، علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور ان کے رفقاء دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوچکے تھے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ اور ان کے رفقاء دارالعلوم میں ہی تھے، اس دوران انگریز نے حضرت مدنیؒ کو قید کرلیا، جب حضرتؒ انگریز کی قید سے رہا ہوکر تشریف لائے تو حضرت والد صاحبؒ مجھے اپنے ساتھ لے کر حضرت مدنیؒ کے گھر، جو دارالعلوم دیوبند کے احاطے سے متصل تھا، ملنے کیلئے تشریف لے گئے، حضرت والد صاحبؒ نے حضرت مدنیؒ سے ملاقات فرمائی اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ مجھے پہلی اور آخری بار حضرت مدنیؒ سے مصافحہ کا شرف اسی وقت حاصل ہوا اور آج تک مجھے حضرت کے ہاتھوں کا گداز یاد ہے اور مجھے اس مصافحے کی لذت محسوس ہوتی ہے، یہ اس زمانے کی بات ہے جب ان حضرات کے درمیان اختلاف اپنے عروج کو پہنچا ہوا تھا اور علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور ان کے رفقاء پورے ہندوستان میں تقسیم ہند کی موافقت میں دورے کررہے تھے اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ اور ان کے رفقاء پورے ہندوستان میں تقسیم ہند کی مخالفت میں دورے کررہے تھے۔

توعین اس وقت بھی ان حضرات کے درمیان اعلیٰ درجے کی تعظیم وتکریم تھی، ان کی باہمی تعظیم وتکریم کے واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے پیش آئے۔ آج اس دور کو دیکھنے والے شاذ ونادر ہی رہ گئے ہیں اور ہمارا بھی آخری دور ہے۔ اس لئے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی نسلوں کیلئے اس امانت کی حفاظت کی خاطر ان واقعات کو تازہ کرتے رہیں۔

شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ کی حضرت والد صاحبؒ کے گھر پر آمد

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ حضرت والد صاحبؒ کے وہ استاد ہیں جن سے حضرت والد صاحبؒ نے ابتدائی کتب سے لے کر درجہ علیا تک کی کتابیں پڑھیں تھی اور سب سے زیادہ استفادہ کی نوبت حضرت شیخ الادب صاحبؒ سے ہی آئی تھی۔ تو بزرگوں کے درمیان وہی اختلافی مسئلہ عروج پر تھا اور علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کے رفقاء دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوچکے تھے۔

جمعہ کی نماز کے بعد ہمارے گھر پر ان حضرات کا اجتماع ہوا جو قیام پاکستان کی تحریک چلا رہے تھے، گفتگو کے دوران یہ بات ہوئی کہ فلاں بات معلوم کرنے کیلئے حضرت شیخ الادبؒ کے پاس جانا چاہئے۔ حضرت شیخ الادبؒ اس اختلافی مسئلے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بالکل ہم نوا تھے اور اسی وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں ہی تھے، حضرت شیخ الادبؒ کا معمول یہ تھا کہ زیادہ تر وقت ان کا مدرسے میں ہی گزرتا تھا، ہر وقت ان کی جان کتابوں میں اٹکی رہتی تھی، جدید دارالافتاء مسجد کے احاطے میں بنا تھا، اسی میں زیادہ تر ان کی رہائش رہتی تھی۔

اس بات کا بزرگوں کو بھی علم تھا اور مجھے بھی علم تھا۔ تو ہمارے گھر پر ان حضرات کا حضرت شیخ الادبؒ کے پاس کسی بات کا مشورہ کرنے یا بات پوچھنے کے سلسلے میں جانے کا ارادہ بنا۔ حضرت والد صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ جا کر یہ دیکھ کے آؤ کہ حضرت اپنے کمرے میں موجود ہیں یا نہیں؟ میں چلا گیا، میرا بچپن کا زمانہ تھا، اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں حضرت کے دروازے پر دستک دینے کی بجائے آس پاس کے لوگوں سے پوچھ لیتا کہ حضرت موجود ہیں یا نہیں؟ لیکن میں نے دروازے پر دستک دے دی، حضرت آرام فرما رہے ہوں گے، لیکن دروازہ کھولا اور کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ میں نے سلام کیا اور کہا کہ حضرت والد صاحبؒ آپ سے ملنا چاہتے ہیں اس لئے مجھے یہ دیکھنے کیلئے بھیجا ہے کہ آپ تشریف رکھتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ ''اچھی بات ہے'' اور یہ کہہ کر دروازہ بند کرلیا۔

جب میں والد صاحبؒ کے پاس آنے کیلئے واپس چلا تو راستے میں بچوں کو مختلف کھیل کھیلتے دیکھا، میرا بھی بچپن کا زمانہ تھا میں کبھی ایک کھیل دیکھتا اور کبھی دوسرا، جب واپس گھر پہنچا تو حضرت شیخ الادبؒ کو گھر میں موجود پایا، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اختلاف رائے رکھنے کے باوجود خود اپنے شاگرد کے گھر تشریف لائے اور اس کیلئے اپنے سارے معمولات چھوڑ دیئے۔

ان بزرگوں کا تو یہ حال تھا اور آج ہم ان بزرگوں کے ناموں کے ساتھ ''مدنی گروپ'' اور ''تھانوی گروپ'' کے گندے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ میری آپ کو وصیت ہے کہ کبھی ان گندے الفاظ کو اپنی زبانوں پر نہ لائیے گا۔ ہمارے بزرگوں کی شان میں یہ بدترین گستاخی ہے کہ ان حضرات کو گروپوں اور گروہوں کی طرف منسوب کیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خود ہی مسلکِ دیوبند کے خلاف عمل کر بیٹھیں۔

والد صاحبؒ کا ہجرت کے بعد دوبارہ ہندوستان کا سفر

۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء کا شروع تھا، ہم دارالعلوم سے فارغ ہوچکے تھے اور تخصص کے طالبعلم تھے۔

اس زمانے میں تخصص ایک ہی سال کا ہوتا تھا۔ تو حضرت والد صاحبؒ تیرہ سال بعد اپنے وطن ہندوستان اپنے رشتے داروں اور عزیزوں سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے، میں حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ تھا۔ جب میں حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ دیوبند پہنچا تو وہاں حضرت والد صاحبؒ کی آمد کی خوشی میں جشن کا سماں تھا۔ علماء اور اہل فتویٰ حضرات میرے والد صاحبؒ سے استفادہ اور علمی مسائل میں مشورے کرنے کیلئے دیوبند پر ٹوٹ پڑے تھے۔

حضرت والد صاحبؒ کا دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں خطاب

جب والد صاحبؒ دیوبند پہنچے تو جو حضرات میرے والد صاحبؒ کا بیان کرانا چاہتے تھے ان میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہم سب سے زیادہ پیش پیش تھے، یہ ہمارے بچپن کے ساتھی ہیں اور اس زمانے میں موقوف علیہ یا دورۂ حدیث کے طالبعلم تھے۔ انہوں نے بہت ہی اہتمام اور اصرار سے اپنے اساتذہ کو اس بات پر راضی کیا کہ حضرت والد صاحبؒ کا دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں اساتذہ اور طلبہ سے خطاب ہو۔ اس زمانے میں ٹیپ ریکارڈ نیا نیا ایجاد ہوا تھا اور شاید دیوبند میں سوائے مولانا ارشد مدنی صاحب کے کسی اور کے پاس نہیں تھا۔ انہوں نے بہت اہتمام کر کے حضرت والد صاحبؒ کے بیان کو ریکارڈ بھی کیا تھا۔

مسلکِ دیوبند کس چیز کا نام ہے؟

اس زمانے میں خطاب چوکی پر ہوا کرتا تھا، اور پیچھے ایک گاؤ تکیہ لگا ہوتا تھا، تو جب حضرت والد صاحبؒ خطاب کرنے کیلئے اس چوکی پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ شاید آپ حضرات مجھ سے یہ توقع کر رہے ہیں کہ میں آپ حضرات کے سامنے کوئی ایسی علمی تحقیق پیش کروں گا جو آپ نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہوگی نہ سنی ہوگی، اور میرا نفس بھی مجھے کچھ اس طرف لے جانا چاہتا ہے، لیکن یہ گناہ میں نے دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں بیٹھ کر برسوں کیا ہے۔ الحمدللہ! اب میں اس گناہ سے توبہ کر چکا ہوں کہ میں آپ حضرات کے سامنے اس نیت سے ایسی بات کروں کہ آپ میری تحقیق کی تعریف کریں اور میری علمی عظمت کا اعتراف کریں، میں آپ کو سیدھی سادھی یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ دیوبند کس چیز کا نام ہے؟ اس بات پر پھر والد صاحبؒ نے بیان فرمایا، اس کی تفصیلات تو بہت ہیں لیکن حاصل اور لب لباب اس کا یہ ہے کہ دیوبند نہ تو شہر کا نام ہے نہ ہی عمارتوں کا نام ہے، دیوبند نام ہے اتباع سنت کا، یہ کسی فرقے یا گروہ کا نام نہیں ہے۔ جو اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے بعینہ وہی دارالعلوم دیوبند کا مسلک ہے۔ اور اتباع سنت کا کیا مطلب ہے؟ اتباع سنت کا مطلب ہے کہ زندگی

کے تمام شعبوں میں سنت پر عمل کیا جائے یہ اعتدال کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس سے اعلیٰ درجے کا اعتدال اور توازن پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اور دارالعلوم دیوبند اسی سنت کے احیاء کا نام ہے۔ دیوبند رفض و خروج، جبر وقدر، اعتزال وارجاء اور تقلید واجتہاد کے درمیان راہ اعتدال ہے۔ یہ شریعت وطریقت، ظاہر و باطن کو جمع کرنے والی جگہ ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس سے لے کر چپڑاسی تک سب کے سب صاحبِ نسبت ولی اللہ تھے

ہمارے دادا مولانا یٰسین صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے ہم عمر تھے، اور حضرت تھانوی کے ہم سبق تھے، ہمارے والد صاحبؒ ہمارے دادا کا یہ قول بار بار سنایا کرتے تھے کہ میں نے دارالعلوم دیوبند کا وہ دور دیکھا ہے جب یہاں کے صدر مدرس اور مہتمم سے لے کر چپڑاسی اور دربان تک سب کے سب صاحب نسبت ولی اللہ ہوتے تھے، حضرت دادا صاحبؒ فرماتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے اندر دن میں تو درسگاہوں میں قال اللہ وقال الرسول کی آوازیں گونجتی تھیں اور رات کو طلباء کے کمروں سے ہچکیاں لے لے کر رونے اور تڑپنے والوں کی آوازیں آتی تھیں۔ دن میں یہ علماء ہوتے تھے اور رات میں راہب بن جاتے تھے۔

جو دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر نہ چلے وہ مسلک دیوبند سے ہٹا ہوا ہے

دارالعلوم دیوبند اجتماعیت اور اتباعِ سنت کا دوسرا نام ہے۔ یاد رکھئے! جس میں شریعت وطریقت کے درمیان، ظاہر وباطن کے درمیان اور تقلید واجتہاد کے درمیان جامعیت نہ ہو، جہاں رفض وخروج کے درمیان، اعتزال وارجاء کے درمیان، جبر وقدر کے درمیان اور تقلید واجتہاد کے درمیان اعتدال نہ ہو وہ دیوبندی نہیں ہے، وہ لاکھ اپنے آپ کو دیوبند کا پرستار کہے ہم نہیں مانیں گے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کا پرستار ہے۔

علماء دیوبند نے ردِّ بدعات کے لئے کوششیں تو کیں مگر جھگڑے نہیں کئے

دارالعلوم دیوبند ردِّ بدعات کے سلسلے میں بہت مشہور تھا، ہندوستان میں ردِّ بدعات کے معاملے میں دارالعلوم دیوبند پیش پیش تھا، کیونکہ دارالعلوم دیوبند کے پیش نظر سنت کا احیاء تھا اور جو بات سنت کے خلاف تھی وہ بدعت تھی، انہوں نے بدعت کے خلاف مناظرے کئے، وعظ کہے اور کتابیں لکھیں، لیکن کبھی آپ نے یہ سنا کہ انہوں نے کسی کے خلاف جھگڑا کیا ہو؟ سچی بات یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی کسی کے خلاف جھگڑا نہیں کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے برابر میں بدعات

اب بہت کم لوگ اب اس بات کو جاننے والے رہ گئے ہیں کہ وہ دارالعلوم دیوبند جس کے علماء کتاب وسنت کے نمونے تھے، اسی دارالعلوم دیوبند کے برابر میں دیوبند میں ہی پندرہ شعبان کو شبِ برأت منائی جاتی تھی۔ وہ شب برات کیا ہوتی تھی ایک آفت اور مصیبت ہوتی تھی۔ اس دن پوری دیوبند کی بستی دو حصوں میں تقسیم ہوجاتی تھی اور رات میں دونوں فریقوں کے درمیان خونریزی ہوتی تھی۔ اس لڑائی میں خودکار اسلحے کے علاوہ ہر قسم کا ہتھیار استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لڑائی کیلئے مہینوں پہلے تیاریاں شروع ہوجاتی تھیں اور لاٹھی، پتھر استعمال کرنے کی مشقیں کی جاتی تھیں، رات کو ایک دوسرے کو آگ لگانے کیلئے آتش بازی کی بیلیں بالکل اسی طرح پھینکی جاتی تھیں جس طرح آج دستی بم پھینکے جاتے ہیں۔

جب ہم صبح کو دارالعلوم جاتے تو راستہ زخمیوں سے بھرا ہوتا تھا، کسی کا سر پھٹا ہوتا تھا، کسی کا ہاتھ ٹوٹ چکا ہوتا تھا، کسی کی ناک پھٹ چکی ہوتی تھی اور اس جنگ میں صرف دیوبند کے لوگ ہی شامل نہیں ہوتے تھے، بلکہ آس پاس کی بستیوں کے لوگ بھی شامل ہوجاتے تھے۔ غرض یہ کہ یہ بدعت بہت ساری منکرات کا مجموعہ تھی، طلباء پر اس جنگ میں جانے کی سختی سے پابندی ہوتی تھی، اور اساتذہ اپنے بچوں اور طلباء کو اس میں جانے سے سختی سے منع کرتے تھے، اس کے علاوہ دیوبند میں مزارات کے اوپر چراغاں اور روشنی بھی کی جاتی تھی۔

ہمارے علماء نے اس کے خلاف وعظ تو کئے لیکن کبھی طلباء کو یہ نہیں کہا کہ وہ ان بدعتیوں سے لڑائی جھگڑا کریں اور نہ بھی کبھی طلباء نے اس بات کی جرأت کی کہ وہ ان سے لڑیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کچھ حدود ہیں

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اور طلباء رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث جانتے تھے جس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من رأی منکم منکر افلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ (مشکوۃ شریف، باب الامر بالمعروف، صفحہ نمبر ۴۳۶)

ترجمہ: تم میں سے جو شخص کسی خلاف شرع امر کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اس چیز کو اپنے ہاتھوں سے بدل ڈالے، اور اگر ہاتھوں کے ذریعے اس امر کو انجام دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر زبان کے ذریعے انجام دے اور اگر زبان کے ذریعے انجام دینے کی طاقت نہیں رکھتا تو دل کے ذریعے انجام دے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

یہاں استطاعت سے مراد استطاعت حسیہ نہیں ہے، بلکہ استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی منکر کو ہاتھ کے ذریعے مٹانے میں یہ خطرہ ہو کہ اس کی وجہ سے اس سے بھی بڑا منکر کھڑا ہو جائے گا تو یہ فریضہ تغییر بالید سے تغییر باللسان کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ جس کو دوسرے الفاظ میں اس طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ جس شخص کو کسی علاقے والوں پر ولایت اور قدرت حاصل ہے اور وہ طاقت اور قدرت کے ذریعے اس منکر کو مٹا سکتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ فلیغیرہ بیدہ یعنی ہاتھ کے ذریعے سے اس کو مٹائے، اور اگر اس کو اتنی قدرت حاصل نہیں ہے کہ ہاتھ کے ذریعے مٹائے تو یہ فریضہ تغییر باللسان کی طرف چلا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فتنہ وفساد سے بچنے کیلئے کعبۃ اللہ کی تعمیر میں کمی برداشت فرمالی

اس بات کی مثال آپ اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جب قریش مکہ نے بیت اللہ شریف کی موجودہ تعمیر کی تو ان کے پاس پیسوں کی کمی پڑ گئی، جس کی وجہ سے انہوں نے بیت اللہ کی لمبائی میں کچھ کمی کردی اور بھی تغیرات کئے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ لولا ان قومک حدیث عھد بالاسلام، یعنی اگر تمہاری قوم نئی نئی اسلام میں داخل نہ ہوئی ہوتی تو جو بیت اللہ شریف کی تعمیر میں کمی ہوئی ہے اس کو پورا کرنے کیلئے میں اس کے دو دروازے بناتا، ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے نکلتے۔ (صحیح بخاری جلد۱، باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فھم بعض الناس فیقعوا فی اشد منہ، صفحہ نمبر ۲۴) تو رسول اللہ ﷺ نے فتنہ وفساد کے ڈر کی وجہ سے اتنا عظیم کام چھوڑ دیا اور بیت اللہ شریف کی دوبارہ تعمیر نہیں کی اور وجہ یہ بتائی کہ یہ حدیث العھد بالاسلام یعنی اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے ہیں، ان کو ان کالے کالے پتھروں سے عقیدت ہے، دوبارہ اگر تعمیر کی گئی تو پھوٹ پڑ جائے گی۔ کچھ لوگ کہیں گے یہ تعمیر صحیح ہوئی کچھ لوگ کہیں گے یہ تعمیر صحیح نہیں ہوئی۔ تو اس فتنے سے بچانے کیلئے بیت اللہ کی تعمیر نامکمل چھوڑ دی۔

کوئی مسجد، کوئی مدرسہ، کوئی خانقاہ بیت اللہ شریف سے افضل نہیں ہوسکتا، جب اس کی تعمیر کو فتنے کی وجہ سے چھوڑ دیا تو باقی مساجد کو بطریق اولیٰ فتنہ وفساد سے بچانا چاہیے۔ اسی وجہ سے علماء دیوبند نے کبھی بریلویوں کے خلاف جھگڑے نہیں کئے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس سے صرف فساد پھیلے گا۔

اپنے بزرگوں کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں

میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اگر آپ مسلک دیوبند پر اعتماد رکھنے والے ہیں اور ان عظیم

ہستیوں پر اعتماد کرتے ہیں جن کا نام لینے کے بھی ہم قابل نہیں ہیں تو ان کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں اور جو بات بھی ان کے طریقے کے خلاف نظر آئے چاہے وہ کتنے ہی خلوص سے کی جارہی ہو اس کو سمجھ لیجئے کہ وہ مسلک دیوبند کا راستہ نہیں ہے، اس لئے کہ ہمارے بزرگوں کے تمام کام سنت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے، جو کام بھی اس کے خلاف ہوگا وہ سنت کے خلاف ہوگا۔

اعتدال بزرگوں کے راستے پر چلنے میں ہی ہے

یاد رکھئے! ہم اپنے بزرگوں کے طریقے سے جتنا ہٹیں گے اتنا ہی راہِ اعتدال اور سنت کے راستے سے ہٹیں گے، اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے کہ جو بھی کام کریں وہ بزرگوں کے طریقے کے مطابق کریں۔

ہمارے بزرگوں کے عمل کو دیکھ کر سنت کے ہونے یا نہ ہونے پر استدلال کیا جاتا تھا

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ سے ایک ان پڑھ حجام (بال کاٹنے والا) عقیدت رکھتا تھا، اور ان کی مجلسوں میں آیا کرتا تھا، شاید ان سے بیعت بھی ہوگیا تھا۔

ایک دفعہ اس کا گنگوہ سے سہارنپور جانا ہوا چونکہ وہ بزرگوں کا صحبت یافتہ تھا اور بزرگوں سے خوب محبت کرتا تھا اور ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتا رہتا تھا اس لئے صاحبِ بذل المجھود حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ حضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے ذہن میں روزمرہ کے کاموں میں سے کسی کام کے بارے میں ہی یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا یہ سنت ہے یا نہیں؟ اس نے اس بارے میں حضرت سے پوچھا اور صحیح جگہ پوچھا، کیونکہ وہ بہت بڑے محدث تھے۔ اب آپ حضرت کا جواب سنئے حضرت نے اس طرح نہیں فرمایا کہ اس طرح سنت ہے، بلکہ فرمایا کہ تم نے حضرت گنگوہیؒ کا عمل کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ اس طرح دیکھا، تو حضرت نے فرمایا کہ بس یہی سنت ہے۔

تو ہمارے بزرگوں کے اعمال سنت کے سانچے میں اتنے ڈھلے ہوئے تھے کہ ان کے عمل کو دیکھ کر سنت کے مطابق ہونے یا نہ ہونے پر استدلال کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

☆☆☆

الحمد للہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

کی تازہ تالیف شائع ہو کر منظر عام پر آگئی ہے۔
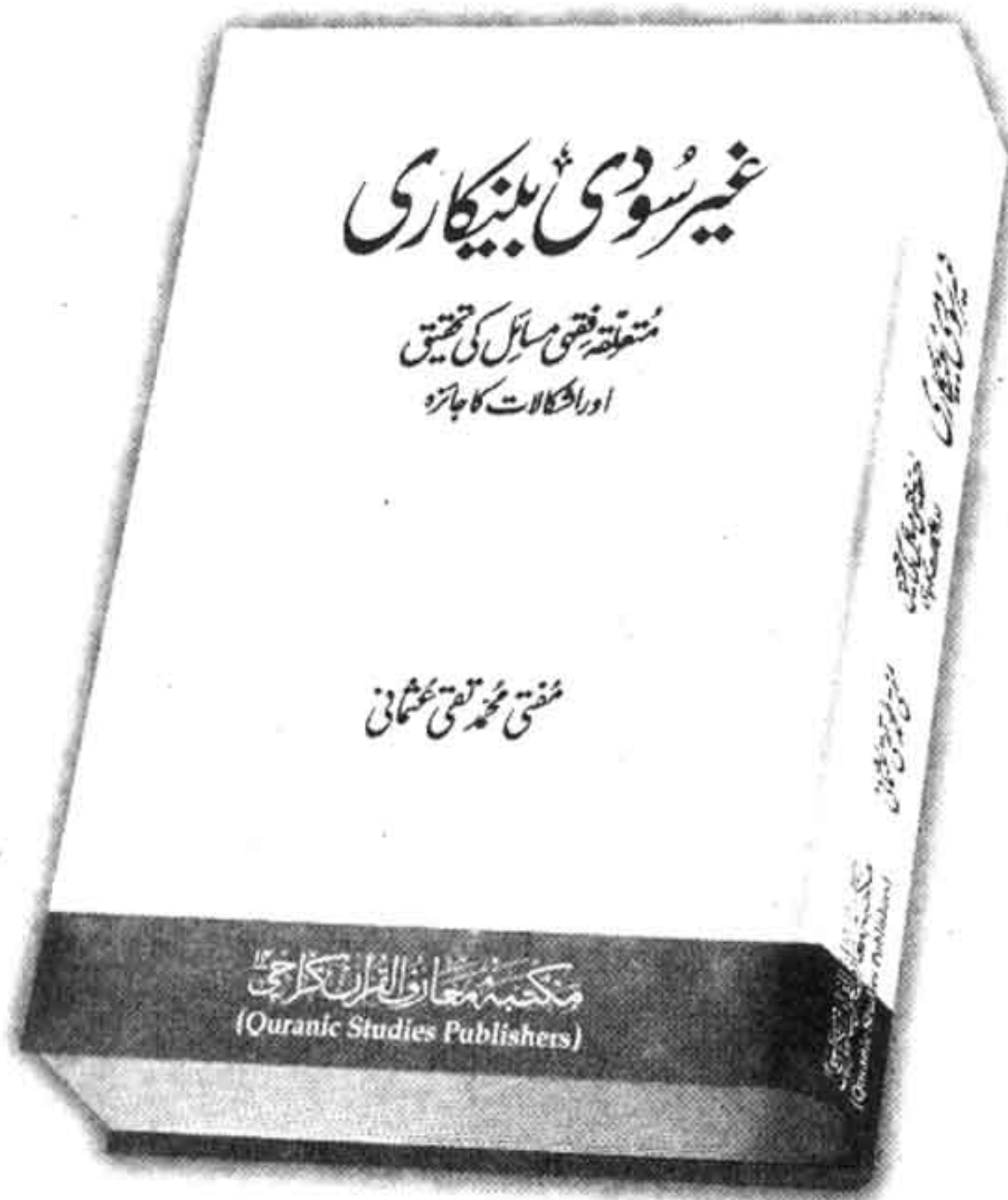
مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)

احاطہ جامعہ دار العلوم کراچی 75180

فون 021-5031566 , 021-5031565

E-mail: info@quranicpublishers.com

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

کے گرانقدر اور زندگی کا نچوڑ اہم موضوعات کیسٹوں کی شکل میں

☆ درس بخاری شریف (مکمل) 300 کیسٹوں میں
☆ کتاب البیوع درس بخاری شریف عصر حاضر کے جدید مسائل (معاملات) پر سیر حاصل بحث
☆ أصول افتاء للعلماء والمتخصصین 6 کیسٹوں میں
☆ دورۂ اقتصادیات 20 کیسٹوں میں
☆ دورۂ اسلامی بینکاری 5 کیسٹوں میں
☆ دورۂ اسلامی سیاست 15 کیسٹوں میں
☆ تقریب تکملہ فتح الملہم 1 عدد
☆ علماء اور دینی مدارس (بموقع ختم بخاری 1415ھ) 1 عدد
☆ جہاد اور تبلیغ کا دائرہ کار
☆ افتتاح بخاری شریف کے موقع پر تقریر دل پذیر
☆ زائرین حرمین کے لئے ہدایات
☆ زکوۃ کی فضیلت واہمیت
☆ والدین کے ساتھ حسن سلوک 3 کیسٹوں میں
☆ امت مسلمہ کی بیداری
☆ جوش وغضب، حرص طعام، حسد، کینہ اور بغض، دنیائے مذموم، فاستبقوا الخیرات، عشق عقلی وعشق طبعی، حب جاہ وغیرہ اصلاحی بیانات اور ہر سال کا ماہ رمضان المبارک کا بیان۔
☆ اصلاحی بیانات۔ بمقام جامعہ دارالعلوم کراچی، تسلسل نمبر 1 تا 300 کیسٹوں میں 1430ھ تک۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف القرآن

عمر کو ضائع کرنے کی مذمت

۞......**سورة العصر**......☆......**آیت نمبر: ۱ تا ۳**......۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعَصۡرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قسم ہے عصر کی، مقرر انسان ٹوٹے میں ہے، مگر جو لوگ کہ یقین لائے اور کئے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی، اور آپس میں تاکید کرتے رہے تحمل کی۔

خلاصۂ تفسیر

قسم ہے زمانہ کی (جس میں رنج وخسران واقع ہوتا ہے) کہ انسان (اپنی عمر ضائع کرنے کی وجہ سے) بڑے خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (جو اپنے نفس کا کمال ہے) اور ایک دوسرے کو حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے (جو دوسروں کی تکمیل ہے تو جو لوگ خود بھی یہ کمال حاصل کریں اور دوسروں کی بھی تکمیل کریں یہ لوگ البتہ خسارے میں نہیں بلکہ نفع میں ہیں)۔

سورۂ عصر کی خاص فضیلت

حضرت عبید اللہ ابن حصن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو شخص ایسے تھے کہ

جب وہ آپس میں ملتے تھے تو اُس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ان میں سے ایک دوسرے کے سامنے سورۂ والعصر نہ پڑھ لے (رواہ الطبرانی) اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر لوگ صرف اسی سورت میں تدبر کرلیتے تو یہی اُن کیلئے کافی تھی۔ (ابن کثیر)

سورۂ عصر قرآن کریم کی بہت مختصر سی سورت ہے لیکن ایسی جامع ہے کہ بقول حضرت امام شافعیؒ اگر لوگ اسی سورت کو غور وتدبر کے ساتھ پڑھ لیں تو دین و دنیا کی درستی کیلئے کافی ہوجائے۔ اس سورت میں حق تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ نوع انسان بڑے خسارے میں ہے اور اس خسارہ سے مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں جو چار چیزوں کے پابند ہوں۔ ایمان، عمل صالح، دوسروں کو حق کی نصیحت و وصیت اور صبر کی وصیت۔ دین و دنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا یہ قرآنی نسخہ چار اجزاء سے مرکب ہے جن میں پہلے دو جزء اپنی ذات کی اصلاح کے متعلق ہیں اور دوسرے دو جز دوسرے مسلمانوں کی ہدایت و اصلاح سے متعلق ہیں۔

یہاں پہلی بات یہ غور طلب ہے کہ اس مضمون کے ساتھ زمانے کو کیا مناسبت ہے جس کی قسم کھائی گئی کیونکہ قسم اور جواب قسم میں باہم مناسبت ضرور ہوتی ہے۔ عام حضرات مفسرین نے فرمایا کہ انسان کے تمام حالات اُس کا نشوونما، اُس کی حرکات سکنات، اعمال، اخلاق سب زمانے ہی کے اندر ہوتے ہیں۔ جن اعمال کی ہدایت اسی سورت میں دی گئی ہے وہ بھی اسی زمانے کے لیل ونہار میں ہوں گے اس کی مناسبت سے زمانہ کی قسم اختیار کی گئی۔

زمانے کو نوع انسانی کے خسارے میں کیا دخل ہے

اور توضیح اس کی یہ ہے کہ انسان کی عمر کا زمانہ اس کے سال اور مہینے اور دن رات بلکہ گھنٹے اور منٹ اگر غور کیا جائے تو یہی اس کا سرمایہ ہے جس کے ذریعہ وہ دنیا و آخرت کے منافع عظیمہ عجیبہ بھی حاصل کرسکتا ہے اور عمر کے اوقات اگر غلط اور برے کاموں میں لگادیئے تو یہی اس کے لئے وبال بھی بن جاتے ہیں، بعض علماء نے فرمایا ہے ؎

حَیَاتُکَ اَنْفَاسٌ تُعَدُّ فَکُلَّمَا ☆ مَضیٰ نَفَسٌ مِنهَا انْتَقَصَت بِہٖ جُزْءً ا

یعنی تیری زندگی چند گنے ہوئے سانسوں کا نام ہے۔ جب اُن میں سے ایک سانس گزر جاتا ہے

تو تیری عمر کا ایک جز کم ہو جاتا ہے حق تعالیٰ نے ہر انسان کو اُس کی عمر کے اوقات عزیز کا بے بہا سرمایہ دے کر ایک تجارت پر لگایا ہے کہ وہ عقل وشعور سے کام لے اور اس سرمایہ کو خالص نفع بخش کاموں میں لگائے تو اس کے منافع کی کوئی حد نہیں رہتی اور اگر اس کے خلاف کسی مضرت رساں کام میں لگا دیا تو نفع کی تو کیا اُمید ہوتی یہ رأس المال بھی ضائع ہو جاتا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں کہ نفع اور رأس المال ہاتھ سے جاتا رہا۔ بلکہ اُس پر سیکڑوں جرائم کی سزاء عائد ہو جاتی ہے اور کسی نے اس سرمایہ کو نہ کسی نفع بخش کام میں لگایا نہ مضرت رساں میں تو کم از کم یہ خسارہ تو لازمی ہی ہے کہ اس کا نفع اور رأس المال دونوں ضائع ہو گئے اور یہ کوئی شاعرانہ تمثیل ہی نہیں بلکہ ایک حدیث مرفوع سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

كُلٌّ يَغْدُوْا فَبَائِعٌ نَفْسَه‘ فَمُعْتِقُهَا اَوْمُوْ بِقُهَا.

یعنی ہر شخص جب صبح اُٹھتا ہے تو اپنی جان کا سرمایہ تجارت پر لگاتا ہے پھر کوئی تو اپنے اس سرمایہ کو خسارہ سے آزاد کرالیتا ہے اور کوئی ہلاک کر ڈالتا ہے۔

خود قرآن کریم نے بھی ایمان وعمل صالح کو انسان کی تجارت کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ، اور جب زمانہ عمر انسان کا سرمایہ ہوا اور انسان اس کا تاجر تو عام حالات میں اس تاجر کا خسارہ میں ہونا اس لئے واضح ہے کہ اس مسکین کا سرمایہ کوئی منجمد چیز نہیں جس کو کچھ دن بیکار بھی رکھا تو اگلے وقت میں کام آسکے بلکہ یہ سیال سرمایہ ہے جو ہر منٹ ہر سیکنڈ بہ رہا ہے اس کی تجارت کرنے والا بڑا ہوشیار مستعد آدمی چاہئے جو بہتی ہوئی چیز سے نفع حاصل کرے۔ اسی لئے ایک بزرگ کا قول ہے کہ وہ برف بیچنے والے کی دوکان پر گئے تو فرمایا کہ اس کی تجارت کو دیکھ کر سورۂ والعصر کی تفسیر سمجھ میں آگئی کہ یہ ذرا بھی غفلت سے کام لے تو اس کا سرمایہ پانی بن کر ضائع ہو جائے گا اس لئے اس ارشاد قرآنی میں زمانے کی قسم کھا کر انسان کو اس پر متوجہ کیا ہے کہ خسارے سے بچنے کیلئے جو چار اجزا سے مرکب نسخہ بتلایا گیا ہے اُس کے استعمال میں ذرا غفلت نہ برتے۔ عمر کے ایک ایک منٹ کی قدر پہچانے اور ان چار کاموں میں اس کو مشغول کردے۔

زمانہ کی قسم کی ایک مناسبت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جائے وہ ایک حیثیت سے اس معاملہ کے شاہد کے قائم مقام ہوتی ہے اور زمانہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس کی تاریخ اور اُس میں قوموں کے عروج ونزول کے بھلے برے واقعات پر نظر کرے گا تو ضرور اس یقین پر پہنچ جائے گا کہ صرف یہ

چار کام ہیں جن میں انسان کی فلاح و کامیابی منحصر ہے جس نے ان کو چھوڑا وہ خسارہ میں پڑا دنیا کی تاریخ اس کی گواہ ہے۔

آگے ان چاروں اجزاء کی تشریح یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح جو خود انسان کی ذات سے متعلق ہیں ان کا معاملہ واضح ہے کسی تشریح کا محتاج نہیں البتہ آخری دو جز یعنی تواصِیْ بالحق اور تواصِیْ بالصبر یہ قابل غور ہیں کہ ان سے کیا مراد ہے۔ لفظ تواصِیْ وصیت سے مشتق ہے کسی شخص کو تاکید کے ساتھ مؤثر انداز میں نصیحت کرنے اور نیک کام کی ہدایت کرنے کا نام وصیت ہے اسی وجہ سے مرنے والا جو اپنے بعد کیلئے کچھ ہدایات دیتا ہے اس کو بھی وصیت کہا جاتا ہے۔

یہ دو جز درحقیقت اسی وصیت کے دو باب ہیں۔ ایک حق کی وصیت دوسرے صبر کی وصیت، اب ان دونوں لفظوں کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حق سے مراد عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کا مجموعہ ہو، اور صبر کے معنے تمام گناہوں اور برے کاموں سے بچنا ہو تو پہلے لفظ کا حاصل امر بالمعروف ہو گیا یعنی نیک کاموں کا حکم کرنا اور دوسرے کا حاصل نہی عن المنکر ہو گیا یعنی برے کاموں سے روکنا، اس مجموعہ کا حاصل پھر وہی ایمان اور عمل صالح جس کو خود اختیار کیا ہے اُس کی تاکید و نصیحت دوسروں کو کرنا ہو گیا اور ایک احتمال یہ ہے کہ حق سے مراد اعتقادات حقہ لئے جائیں اور صبر کے مفہوم میں تمام اعمال صالحہ کی پابندی بھی ہو اور برے کاموں سے بچنا بھی، کیونکہ لفظ صبر کے حقیقی معنے اپنے نفس کو روکنے اور پابند بنانے کے ہیں۔ اس پابندی میں اعمال صالحہ بھی آگئے اور گناہوں سے اجتناب بھی۔

اور حافظ ابن تیمیہ نے اپنے کسی رسالے میں فرمایا کہ انسان کو ایمان اور عمل صالح سے روکنے والی عادۃً دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک شبہات یعنی اُس کو ایمان و عمل صالح میں کچھ نظری اور فکری شبہات پیدا ہو جائیں۔ جن کے سبب عقائد ہی مختل ہو جائیں اور عقائد کے مختل ہونے سے عمل صالح کا خلل پذیر ہونا خود ظاہر ہے۔ دوسرے شہوات یعنی خواہشات نفسانی جو انسان کو بعض اوقات نیک عمل سے روک دیتی ہیں اور بعض اوقات برے اعمال میں مبتلا کر دیتی ہیں اگرچہ وہ نظری اور اعتقادی طور پر نیکی پر عمل اور برائی سے بچنے کو ضروری سمجھتا ہو مگر نفسانی خواہشات اُس کے خلاف ہوں اور وہ ان خواہشات سے مغلوب ہو کر سیدھا راستہ چھوڑ بیٹھے، تو آیت مذکور میں وصیت حق سے مراد یہ ہے کہ شبہات کو دور کرے، اور وصیت صبر سے مراد یہ کہ نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر اچھے اعمال اختیار کرنے کی ہدایت کرے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وصیت بالحق سے مراد دوسرے مسلمانوں کی علمی اصلاح ہے اور وصیت بالصبر سے مراد عملی اصلاح۔

نجات کیلئے صرف اپنے عمل کی اصلاح کافی نہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کی فکر بھی ضروری ہے

اس سورت نے مسلمانوں کو ایک بڑی ہدایت یہ دی کہ اُن کا صرف اپنے عمل کو قرآن وسنت کے تابع کر لینا جتنا اہم اور ضروری ہے اُتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان اور عمل صالح کی طرف بلانے کی مقدور بھر کوشش کرے ورنہ صرف اپنا عمل نجات کیلئے کافی نہ ہوگا، خصوصاً اپنے اہل وعیال اور احباب و متعلقین کے اعمال سیئہ سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے اگرچہ خود وہ کیسے ہی اعمال صالحہ کا پابند ہو، اسی لئے قرآن و حدیث میں ہر مسلمان پر اپنی اپنی مقدرت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کیا گیا ہے۔ اس معاملے میں عام مسلمان بلکہ بہت سے خواص تک غفلت میں مبتلا ہیں، خود عمل کرنے کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں، اولاد وعیال کچھ بھی کرتے رہیں اس کی فکر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آیت کی ہدایت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہؐ! مجھے اپنی بیوی اور اپنی اولاد اور اپنی جان سے بھی زیادہ حضورؐ سے محبت ہے اور میرا حال یہ ہے کہ میں اپنے گھر پر ہوتا ہوں اور حضورؐ مجھے یاد آجاتے ہیں تو اسوقت تک مجھے صبر اور قرار نہیں آتا جب تک حاضر خدمت ہو کر ایک نظر دیکھ نہ لوں اور جب میں اپنے مرنے کا اور حضورؐ کی وفات کا خیال کرتا ہوں۔ تو میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وفات کے بعد حضورؐ تو جنّت میں پہنچ کر انبیاء علیہم السلام کے بلند مقام پر پہنچا دیئے جائیں گے اور میں اگر اللہ کی رحمت سے جنّت میں بھی گیا تو میری رسائی اس مقام عالی تک تو نہ ہو سکے گی۔ اسلئے آخرت میں حضورؐ کے دیدار سے بظاہر محرومی ہی رہیگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی اس بات کا کوئی جواب اپنی طرف سے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سورۂ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ہ

ترجمہ: اور جو لوگ فرمانبرداری کریں اللہ اور اس کے رسولؐ کی۔ پس وہ اللہ کے ان خاص بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کا خاص انعام ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ سب بڑے ہی اچھے رفیق ہیں۔ (طبرانی، معارف الحدیث)

خطاب:۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم
ضبط وترتیب: محمود حسن کملائی

علمِ دین کی حفاظت واشاعت کیلئے علمائے اسلام کی عظیم قربانیاں

صدر جامعہ دار العلوم کراچی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ۱۲ رفروری ۲۰۰۹ء بروزِ جمعرات جامعہ اسلامیہ فیضِ عام منشی بازار، زکی گنج، سلہٹ، بنگلہ دیش میں ایک بہت بڑے دینی جلسے کے شرکاء، علماء، طلباء اور عوام سے ایک ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ افادۂ عام کیلئے یہ خطاب نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔............ (ادارہ)

الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره ونؤمن به و نتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ونشهد أن سيدنا وسندنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه أجمعين وسلم تسليماً كثيراً۔

أمابعد فأعوذ بالله من الشّيطان الرجيم۔ بسم الله الرّحمن الرّحيم:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ. (سوره آل عمران: ۱۶۴)

بزرگانِ محترم،

حضراتِ علمائے کرام، محترم اساتذۂ عظام، معزز حاضرین، میرے دوستو اور بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ بنگلہ دیش کے اپنے مسلمان بھائیوں سے میرا خطاب بار بار ہوتا رہا ہے۔ اور الحمدللہ مدرسوں کی اس سرزمین میں، مسجدوں کے اس عظیم ملک میں اور ایمان سے سرشار مسلمانوں کی اس سرزمین میں میری آمد تقریباً اٹھاون سال سے جاری ہے۔ میں اس زمانے میں بھی یہاں بنگلہ دیش

میں اپنے بھائیوں کے پاس کئی بار حاضر ہوا ہوں جب یہ پاکستان کا حصہ تھا۔ میں سب سے پہلی مرتبہ اپنے والدِ ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حاضر ہوا تھا، اور میری عمر اس وقت تقریباً سولہ سال تھی، اور دارالعلوم کراچی کے قیام کو اس وقت شاید ایک سال بھی پورا نہیں ہوا تھا۔ تو پہلی مرتبہ ان دونوں بزرگوں کے ساتھ یہاں حاضری ہوئی تھی، اور اُس وقت حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) اُن دونوں بزرگوں کو مغربی پاکستان سے اپنے ساتھ لیکر آئے تھے، ان کے ساتھ میں بھی حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد پھر بار بار یہاں حاضری ہوتی رہی۔

کلمہ "لا إلٰہ إلا اللہ" کا رشتہ

پھر اگرچہ جغرافیائی اور انتظامی طور یہ دو الگ الگ ملک بن گئے لیکن "لا إلٰہ إلا اللہ محمد رسول اللہ" کا جو رشتہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمان بھائیوں کے درمیان ہے اس رشتے کو دنیا کی کوئی طاقت کاٹ نہیں سکتی، بلکہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ جب سے ہماری انتظامی، سیاسی طور پر علیحدگی ہوئی ہے ہمارے دلوں کے رشتوں میں اور زیادہ مٹھاس، اور زیادہ قوت پیدا ہوئی ہے۔ الحمدللہ اسی سلسلے میں ہماری یہاں بھی آج حاضری ہوئی ہے۔

مدارس کے سلسلے کی کڑی صفہ سے جاملتی ہے

اللہ کے ولی، حضرت مولانا عبد الغفار صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کی عظیم الشان نشانی یہ مدرسہ، جس کے اس اجتماع میں آج ہم شریک ہیں، یہ اُن ہی مدارس کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جو دیوبند، بخارا، بغداد، دمشق اور مدینے سے ہوتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے۔ یہ ایک سلسلہ ہے مدرسوں کا، اہلِ درس کا، اہلِ علم کا اور دینی علم کے گہواروں کا۔ یہ مدرسے جو الحمدللہ ہمارے ہند و پاکستان اور بنگلہ دیش، برما وغیرہ میں قائم ہیں، نیز اب ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ، جاپان اور امریکہ وکینیڈا وغیرہ میں بھی قائم ہو رہے ہیں، یہ سب کے سب اس عظیم سلسلے کی کڑی ہیں جو مسجدِ نبوی اور صُفّہ سے شروع ہوا تھا۔

اب تو وہ صُفّہ مسجدِ نبوی کا حصہ ہے۔ اُس وقت یہ مسجدِ نبوی سے متصل چبوترہ تھا۔ وہیں اسلام کا

سب سے پہلا مدرسہ قائم ہوا ہے، اور وہاں اقامتی طلبہ رہنے لگے، اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ مدرسہ بھی ہے جو حضرت مولانا عبدالغفار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں قائم کیا ہے۔

دین کے تین اجتماعی کام: تعلیم، تبلیغ، جہاد

اسلام کی صحیح سمجھ اور فہم، اسلام کی اشاعت، یعنی اس کو دوسروں تک پہنچانا، اور اسلام کی حفاظت، یعنی دشمنوں سے اس کی حفاظت اور بچاؤ کرنا، یہ تین ایسے اجتماعی کام ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تینوں کام آخرِ حیات تک جاری رکھے ہیں، اور یہ سلسلہ صحابہ کرام کے سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔

تعلیمِ دین کا سلسلہ غارِ حراء سے شروع ہوا

دین کی فہم اور علم حاصل کرنے کے لئے درس وتدریس کا سلسلہ تو پہلے دن سے شروع ہوا جب غارِ حراء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سب سے پہلی وحی آئی، اور قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ. (سورۃ العلق ۱-۵)

یہ آیات، پڑھنے کے حکم سے شروع ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ قرآن پڑھیں، اور یہی آیات آپ ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو پڑھ کر سنائیں، اور یہی آیات پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سنائیں، اور یہی آیات ورقہ بن نوفل کو سنائیں، اس طرح تلاوتِ قرآن اور الفاظِ قرآن سکھانے کا عمل پہلے دن سے شروع ہوگیا۔ پھر علمِ قرآن سکھانے کا سلسلہ دارِ ارقم میں جاری رہا، اور پھر صفہ میں یہ کام باقاعدہ شروع ہوا۔ تو مذکورہ تینوں اجتماعی کاموں میں سے سب سے پہلے درس وتدریس اور تعلیمِ دین کا سلسلہ شروع ہوا۔

تبلیغِ دین کا آغاز

اس کے ڈھائی سال بعد تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کا کام اس وقت شروع ہوا جب "سورۃ المدثر" نازل ہوئی، اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ:

يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ۔وَثِيَابَکَ فَطَهِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ. (سورة المدثر۔ ۱ ۔۔ ۵)۔

جہاد کا حکم ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں آیا

پھر تیرہ سال کے بعد جب ہجرتِ مدینہ ہوئی تو مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد جہاد کا حکم بھی آ گیا۔تو تعلیمِ دین کیلئے درس و تدریس اور مدرسے کا سلسلہ دارِ ارقم سے ہوتا ہوا صفے تک پہنچا،جبکہ تبلیغِ دین کام ''سورۃ المدثر'' کے نزول سے شروع ہوا، اور آنحضرت ﷺ کی آخرِ حیات تک جاری رہا۔جہاد کا سلسلہ ہجرتِ مدینہ کے بعد شروع ہوا اور آپ کی آخرِ حیات تک جاری رہا، اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی صفے کے ذریعے سے آخرِ حیات تک جاری رہا۔

تینوں سلسلے دورِ نبوی ﷺ سے لیکر آج تک جاری ہیں

یہ تین بڑے بڑے کام تھے جو دین کی فہم، دین کی اشاعت، اور دین کی حفاظت کیلئے رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے، اور پھر آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ تینوں سلسلے جاری رکھے۔ اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے انہیں جاری رکھا۔یعنی تعلیمِ دین، تبلیغِ دین اور جہاد فی سبیل اللہ، یہ تینوں کام رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے چل رہے ہیں، اور الحمدللہ یہ آج بھی کسی نہ کسی درجہ میں جاری ہیں۔

تعلیمِ دین کے سلسلے میں علمائے کرام کی عظیم قربانیاں

ان تینوں کاموں میں تینوں راستوں سے امت کی عظیم شخصیات نے جو بے مثال قربانیاں دی ہیں، جو محنتیں کی ہیں ان کی ایک طویل داستان ہے۔ہمارے مجاہدینِ اسلام نے اپنے کارناموں کی تاریخ اپنے خون سے لکھی ہے۔مجاہدینِ اسلام نے دنیا کے اکثر حصوں تک اسلام کی عظمت کا سکہ بٹھایا ہے۔اور تاریخ میں مجاہدینِ اسلام کے ایسے عجیب وغریب واقعات موجود ہیں جو کوئی اور قوم انجام نہیں دے سکی۔ چنانچہ ہم ان واقعات کو سنتے بھی رہتے ہیں، بیان بھی کرتے رہتے ہیں،آپ نے بھی کتابوں میں بہت پڑھا ہوگا۔لیکن آج میں آپ کو تھوڑی سی وہ داستان سنانا چاہتا ہوں کہ تعلیم دین کے سلسلے میں علمائے کرام نے جو قربانیاں دی ہیں، جو مشقتیں برداشت کی ہیں، جو تکلیفیں اُٹھائی ہیں ان کی کچھ داستان، تھوڑی تھوڑی جھلکیاں آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔اس داستان سے یہ بات آپ کے سامنے آئیگی کہ یہ دین اور دین

کا علم علمائے کرام کی کیسی کیسی قربانیوں کے نتیجے میں ہم تک پہنچا ہے۔

اصحابِ صُفَّہ کی بے مثال قربانیاں

مسجدِ نبوی کا وہ چبوترہ آپ میں سے بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے جس کو ''صُفَہ'' کہتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس چبوترے کو اصحابِ صُفَہ کہتے ہیں، جبکہ اصحابِ صُفَہ اس چبوترے کا نام نہیں، بلکہ اس چبوترے کا نام صُفَہ ہے، اور اس صفّے پر صحابہ کرام کی ایک مقدس جماعت رہتی تھی، جو صرف علمِ دین حاصل کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں آپڑی تھی، ان حضراتِ صحابہ کرام کو اصحابِ صُفَہ کہا جاتا ہے۔

اصحابِ صُفَہ تاریخِ اسلامی کے سب سے پہلے طالبِ علم تھے۔ صُفَہ اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا باقاعدہ مدرسہ تھا، اور آنحضرت ﷺ اس مدرسے کے سب سے پہلے معلم تھے، اور قرآنِ کریم اس کی درسی کتاب تھی۔ اسمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایسی ایک بڑی تعداد جمع ہوگئی تھی جنہوں نے دنیا کے سارے کاموں کو چھوڑا، ملازمت اور مزدوری بھی چھوڑی، ماں باپ کو بھی چھوڑا، وطن اور گھر کے راحت و آرام کو بھی چھوڑا، اور توکلاً علی اللہ اس صفے میں آکر رہنے لگے تھے، تاکہ جب بھی رسول اللہ ﷺ حجرہ شریفہ سے باہر تشریف لائیں تو ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں، ان کی باتوں کو اپنے کانوں سے سنیں، اور دین کا علم سیکھیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے توکلاً علی اللہ اپنے کھانے پینے کا بھی کوئی انتظام نہیں کیا تھا، اللہ پر بھروسہ کرکے یہاں آکر رہنے لگے تھے، اور ان کی تعداد ایک وقت میں اَسّی (۸۰) تک بھی پہنچی ہے۔ البتہ مدینہ طیبہ کے وہ لوگ جن کے کھجوروں کے باغات تھے، وہ اس کی کوشش کیا کرتے تھے کہ ان کی کچھ خدمت کردیا کریں، ان کے کھانے پینے کا کچھ انتظام کردیں۔ اُسی صفّے کے قریب دوستون آج بھی موجود ہیں، اور ترکوں نے جب مسجدِ نبوی کی تعمیرِ نو کی تو انہوں نے ان دوستونوں پر کچھ خاص نقش ونگار اور پتے بنائے ہیں جو کسی نہ کسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ستون کھجور کے تنے کے ہوتے تھے، اور مدینہ طیبہ کے لوگ اصحابِ صفہ کے کھانے کیلئے کھجور کے خوشے اس کے اندر لٹکا کر چلے جاتے تھے، جن سے اصحابِ صفہ اپنی بھوک مٹالیتے تھے۔ (۱)

(جاری ہے)

مصیبت اور غم کے موقع پر!

مسند میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، کوئی شخص اگر مبتلائے مصیبت ہو جائے تو یوں دعا کرے:۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَاخْلُفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا۔ (زاد المعاد)

ترجمہ: بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں اے اللہ میری مصیبت میں مجھے اجر دے اور اس کے عوض مجھے اس سے اچھا بدلہ عنایت فرما۔

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے چینی کے موقع پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:۔

لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْأَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (جو) عظیم (اور) بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (جو) رب ہے عرشِ عظیم کا (جو) رب ہے ساتوں آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا اور رب ہے بزرگی والے عرش کا۔

جب کوئی شخص کسی کام کے کرنے سے عاجز ہو جائے یا زیادہ قوت و طاقت چاہے تو اس کو چاہیئے کہ سوتے وقت

سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار۔ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ بار پڑھا کرے۔

(بخاری ومسلم ۔ ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ حصن حصین)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

رمضان کی اہمیت پر آنحضرت ﷺ کا خطبہ

اس خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی اہمیت، اس کی برکات، اس کی فضیلتیں اور اس کے احکام و مسائل ارشاد فرمائے تھے اور یہ خطبہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان سے ایک دن پہلے شعبان کے آخری دن دیا تھا تا کہ چاند جیسے ہی نظر آ جائے تو اسی وقت سے لوگ رمضان کی نعمتوں اور فضیلتوں کو حاصل کرنے کے کام میں لگ جائیں، ورنہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ آپ ﷺ پہلے روزے کو چاند دیکھنے کے بعد یا رات کو تراویح کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے مگر اس کے درمیان کا بہت سارا وقت بے خبری میں نکل جاتا۔ اس لئے آپ ﷺ نے رمضان سے ایک دن پہلے صحابۂ کرام سے خطاب فرمایا جس میں رمضان سے متعلق باتیں ارشاد فرمائیں تو آج اسی خطبہ کی اہم اہم باتیں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں:

رمضان عظیم الشان مہینہ ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری دن ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا کہ:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ.

ترجمہ:۔ ’’اے لوگو! تمہارے اوپر ایک عظیم الشان مہینہ سایہ فگن ہوگیا ہے جو کہ بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے۔ اور یہ ایسا مہینہ ہے جس کے اندر ایک رات ایسی بھی آتی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔‘‘ (بیہقی بحوالہ فضائل اعمال، ص: ۵۱۴)

لیلۃ القدر کا ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایک ہزار مہینوں میں دن اور رات میں مسلسل عبادت کرتا رہے اور عبادت کے علاوہ کچھ نہ کرے، اس کو جتنا ثواب اور فائدہ ملے گا تو اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں جاگ کر عبادت کرنے والے کو اس سے زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے۔

روزہ وقت کی بچت کا ذریعہ

رمضان میں وقت بھی بہت بچتا ہے۔ رمضان میں دوپہر کے کھانا پکانے کے چکر سے عورتوں کا

سارا وقت بچا اور کھانا کھانے میں مردوں کا بھی وقت لگتا ہے، کام چھوڑ چھاڑ کر کھانے کیلئے آتے ہیں اور جب کھانا کھاتے ہیں تو طبیعت سست ہو جاتی ہے تو قیلولہ کو جی چاہتا ہے۔ روزہ رکھنے سے کافی سارا وقت بچ جاتا ہے، صحت بھی ٹھیک ہو جاتی ہے اور طاقت بھی آ جاتی ہے۔

روزے رکھنے کا اجر وثواب

روزے رکھنے کا اتنا عظیم الشان ثواب ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایک نیکی کا ثواب دس دس گنا دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا تک بھی دیتے ہیں سوائے روزہ کہ روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ کا ثواب اس سات سو کے قانون کا بھی پابند نہیں ہے بلکہ اس کا تو ثواب جتنا میں چاہوں گا دوں گا۔

اِلاَّ الصَّوْمُ فَاِنَّہ' لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (متفق علیہ بحوالہ خطبات الاحکام، ص:۲۶۸)

ترجمہ:۔ ''روزہ خاص میرے ہی لئے ہوتا ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔''

روزہ گناہوں سے بچنے کا ذریعہ

روزہ کا ایک خاص فائدہ ہے جس کی طرف قرآن کریم اور حدیث نے اشارہ کیا ہے اور وہ یہ کہ روزہ رکھنے سے انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ ہر عبادت کے الگ الگ فوائد ہوتے ہیں، نماز کے کچھ اور فوائد ہیں، زکوٰۃ کے کچھ اور فوائد ہیں اور حج کے کچھ اور فوائد ہیں۔ ایک عبادت کے فضائل دوسری عبادت سے حاصل نہیں ہوتے، روزہ کا ایک خاص فائدہ تقویٰ ہے۔ روزہ رکھنے سے خدا کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے اور یہ دھیان رہنے لگتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

قرآن نے کہا کہ ''روزے جو تمہارے اوپر فرض کیے ہیں اس واسطے فرض کیے ہیں تاکہ تمہارے دلوں میں تقویٰ پیدا ہو''۔ اللہ کا خوف پیدا ہو اور یہ احساس دل میں رہنے لگے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ گناہوں سے بچنے کی فکر پیدا ہو اسی کا نام تقویٰ ہے۔ ہمارے دل میں خلش رہنے لگے کہ یہ کام جو میں کر رہا ہوں پتہ نہیں جائز ہے یا ناجائز۔ اسی کا نام تقویٰ اور خوف ہے۔ ہمارے دلوں میں اگر تقویٰ پیدا ہو جائے تو سارے گناہوں کا خاتمہ ہو جائے جب اللہ کا خوف آ جائے اور یہ احساس رہنے لگے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، گناہ کروں گا، نافرمانی کروں گا تو وہ مجھے عذاب میں پکڑ لے گا تو سارے گناہوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور سارے گناہوں سے

بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

روزہ رکھنا مشکل نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے روزوں کو ایسا آسان کردیا کہ روزے میں بولنے پر پابندی نہیں ہے، روزے میں صرف تین چیزوں کی پابندی ہے۔ کھانے کی، پینے کی اور جماع (جنسی لذت حاصل کرنے) کی۔ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو صرف ایک وقت کے کھانے کا ناغہ ہوتا ہے۔ ہم تو تین وقت کھانا کھاتے ہیں، ناشتے کا، دوپہر کا اور پھر رات کا کھانا کھاتے ہیں۔ روزہ میں صرف دوپہر کے کھانے کو بیچ سے نکال دیں اور ویسے ہم تو اس کی کمی دونوں وقتوں میں بھی پوری کر لیتے ہیں اور سود کے ساتھ وصول کرتے ہیں۔ (اللہ معاف کرے، سود سے اللہ بچائے)۔ خیر سود تو میں نے ایسے مزاحاً کہہ دیا۔ مطلب یہ کہ ہم لوگ سحری اور افطاری میں اتنا ڈٹ کے کھاتے ہیں کہ شاید وہ تین چار وقتوں کے برابر ہو جاتا ہو۔

سردیوں میں روزہ رکھنا تو اتنا آسان ہے کہ مال غنیمت ہے لوٹ لو! سردیوں کے دن چھوٹے اور ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ سردیوں کے روزوں میں پیاس بھی نہیں لگتی۔ پھر ایک بات اور بھی ہے کہ کھانا کھانے سے پیاس لگتی ہے۔ جب پیٹ میں غذا ہوتی ہے تو غذا کو ہضم کرنے کیلئے معدہ اور جگر پانی مانگتا ہے۔ جب آدمی خالی پیٹ ہو تو جسم زیادہ پانی بھی نہیں مانگتا اور پیاس بھی کم لگتی ہے۔

روزہ حصول صحت کا ذریعہ

پھر اس روزے کے بارے میں تمام طبیبوں، حکیموں، معالجوں اور ڈاکٹروں کا اتفاق ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ روزہ رکھنا صحت بخش عمل ہے۔ روزہ رکھنے سے صحت کی حفاظت ہوتی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا بھی ارشاد ہے:

"تم روزے رکھا کرو تا کہ تمہاری صحت ٹھیک ہو جائے"۔ (طبرانی بحوالہ حیات المسلمین، صفحہ ۱۱۴)

روزے اور تراویح کا حکم

حضور ﷺ نے آگے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعاً. (بیہقی بحوالہ فضائل اعمال، ص: ۵۱۴)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اس رمضان کے روزوں کو فرض کیا ہے اور اس کی راتوں میں قیام کرنے کو

ثواب کی چیز بنایا ہے۔"

رمضان میں دن کی عبادت روزہ ہے اور رات کی عبادت تراویح ہے۔ روزہ رکھنا عظیم الشان عبادت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.
(سورہ البقرہ، آیت ۱۸۳)

ترجمہ:۔ "اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض کیے گئے تھے۔ (صرف تمہارے ہی اوپر فرض نہیں ہیں پچھلی امت پر بھی روزے فرض کیے گئے تھے) تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔"

روزہ افطار کرانے کا ثواب

اب دیکھئے! رمضان میں ایک چھوٹا سا عمل ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کو افطار کرادے، افطار کرنے والا چاہے مالدار ہو یا غریب ہو، اپنا ہو یا پرایا ہو، جان پہچان کا ہو یا اجنبی ہو۔ کسی کی کوئی تخصیص نہیں اور افطار کرانے کیلئے یہ بھی ضروری نہیں کہ پیٹ بھر کر کھانا کھلائے بلکہ صرف مثلاً کھجور سے افطار کرادے یا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ پانی ملے ہوئے دودھ سے افطار کرادے یا کسی اور چیز سے افطار کرادے اور کچھ نہیں تو پانی کے ایک گھونٹ سے افطار کرادے۔ یہ تو بہت آسان ہے کہ آپ نے افطاری کیلئے گلاس میں اپنے پینے کیلئے پانی بھر رکھا ہے وہ گلاس کسی دوسرے کو دے دیا کہ بھائی تم پی لو، اپنے لئے پھر دوسرا لائے یا دو کھجوریں تھیں ایک کھجور سے خود افطار کرلیا اور دوسری سے کسی اور کو افطار کرادیا، یا کھانے پینے کی کوئی اور چیز تھی آپ نے دوسرے کو افطار کرنے کیلئے دے دی اس پر یہ وعدہ ہے کہ اپنے روزے کا تو ثواب ملے ہی گا اور اس نے جس کا روزہ افطار کرایا اس کو بھی اپنے روزے کا پورا ثواب ملے گا اور اس روزہ افطار کرانے والے کو ایک اور روزہ کا پورا ثواب ملے گا اور اپنے روزہ کا ثواب بھی الگ ملے گا اور جس کا افطار کرایا اس کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور اس کے سارے گناہ (صغیرہ) معاف ہوجائیں گے اور جہنم کی آگ سے آزاد ہوجائے گا۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بھی توبہ کررکھی ہو۔

❁❁❁❁

قارئین البلاغ کی خدمت میں

البلاغ کا حلقہ قارئین اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہے کہ یہ پرچہ پچھلے چوالیس (۴۴) سال سے اپنی علمی و دینی حیثیت میں سرگرم عمل ہے۔ کارکنان البلاغ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ پرچہ اپنی معنوی افادیت کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی آراستہ ہو، عمدہ کاغذ، معیاری کتابت وطباعت اور جاذب نظر ٹائیٹل سے ان مسائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

البلاغ کبھی بھی کاروباری نقطہ نظر کا حامل نہیں رہا، اور بسا اوقات اپنے مصارف کے لیے مقروض بھی رہا ہے، تاہم ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ انتہائی ضرورت کے علاوہ قارئین پر زیادہ بوجھ نہ پڑے لیکن پچھلے دو سال سے ملک میں مہنگائی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے اس نے ہر جگہ توازن کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔ کاغذ اور طباعت وغیرہ میں یکا یک ہوش ربا اضافہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ان مشکلات سے البلاغ بھی متاثر ہے اور اس کے بدل اشتراک میں اضافہ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔ اس لیے ماہ شعبان ۱۴۳۰ھ/اگست ۲۰۰۹ء سے ماہنامہ کی شرح میں معمولی اضافہ کیا جارہا ہے۔ اور آئندہ بدل اشتراک کی شرح حسب ذیل ہوگی۔

فی پرچہ .... 25 روپے
سالانہ زرِ تعاون .... 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک برائے بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک ....35 ڈالر
سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب امارت ....27 ڈالر
ایران، بنگلہ دیش ....25 ڈالر

قارئین البلاغ نے ماضی میں بھی مشکلات میں ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے اور امید ہے کہ یہ اضافہ بھی انشاء اللہ بارِ خاطر نہ ہوگا۔

نوٹ: وہ قارئین جو سالانہ زرتعاون جمع کرا چکے ہیں ان کا سال کے اختتام تک سابقہ سالانہ زرتعاون ہی میں رسالہ جاری رہے گا، اور کوئی اضافی رقم وصول نہیں کی جائے گی۔ لیکن دوران سال نئے شائقین اور قدیم قارئین سالانہ زرتعاون کی تجدید پر نئی شرح کے مطابق رقم روانہ فرمائیں۔

ایک اہم گذارش قارئین "البلاغ" سے یہ بھی ہے کہ بینک ڈرافٹ یا پے آرڈر کسی شخصی نام سے روانہ نہ فرمائیں بلکہ ماہنامہ "البلاغ" میزان بینک لمیٹڈ (کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ)۔ اکاؤنٹ نمبر: **0109-036-153** کے نام سے بنوائیں۔ شکریہ

ناظم ماہنامہ "البلاغ" اردو

جامعہ دارالعلوم (کورنگی انڈسٹریل ایریا) کراچی۔ پوسٹ کوڈ 75180

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

قومیت وصوبائیت
اور زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح

زبان ورنگ کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ﴾
(سورۃ الروم، آیۃ: ۲۲)

زبان ورنگ کا اختلاف میری نشانیوں میں سے ہے، اگر کوئی اللہ کی نشانی کو حقیر سمجھے تو یہ اس کی بہت بڑی نالائقی ہے، وہ بڑا بے ہودہ آدمی ہے۔ بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ زبان ورنگ کے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں۔ لوگ گناہ کی حقیقت کو سمجھتے نہیں، اگر کوئی اللہ کی نشانی کو نہیں مانتا، انکار کرتا ہے تو یہ کفر ہے۔ کوئی پنجابی بولتا ہے، کوئی سندھی زبان بولتا ہے تو اردو زبان والے ہنستے ہیں۔ اردو اچھی زبان تو ہے لیکن اس کو تمام زبانوں سے اچھا اور افضل سمجھنا جائز نہیں اور کسی زبان کو حقیر سمجھنا جائز نہیں۔ انگریزی زبان کو بھی حقیر نہ جاننا چاہیے، اگر کوئی انگریز مسلمان ہو جائے تو کیا بولے گا؟ انگریزی ہی تو بولے گا۔ پس جتنی زبانیں ہیں سب کو اچھا سمجھو۔ اگر تم لندن میں پیدا ہوتے تو انگریزی بولتے، پنجاب میں پیدا ہوتے تو پنجابی بولتے، سندھ میں پیدا ہوتے تو سندھی بولتے لہٰذا جو زبان تمہاری ہوتی کیا اس کو حقیر سمجھتے؟ لہٰذا کسی زبان کو حقیر نہ سمجھو۔

جب ہم بنگلہ دیش گئے تو کبھی کسی بنگلہ دیشی کو حقیر نہیں سمجھا، اسی وجہ سے سب بنگلہ دیشی عاشق ہو گئے کیونکہ مجھ میں عصبیت نہیں ہے، عصبیت کا نہ ہونا یہ بات بہت کم پاؤ گے۔ میرے کتنے دوست پنجاب کے ہیں لیکن ان کی پنجابی سے مجھے مزہ آتا ہے۔

عصبیت......سوءِ خاتمہ کا پیش خیمہ

اپنے دل کا جائزہ لیتے رہو کہ عصبیت کا کوئی ذرّہ دل میں تو نہیں ہے۔ اگر عصبیت کا ایک ذرّہ بھی دل میں ہوا تو سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ ایک غزوہ میں ایک شخص بہت بہادری سے لڑ رہا تھا۔ ایک صحابی نے اس کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے۔ وہ صحابی اس کے پیچھے لگ گئے۔

آخر میں دیکھا کہ وہ زخمی ہوگیا اور زخموں کی تاب نہ لاکر اپنی تلوار سے اس نے خودکشی کرلی۔ صحابی نے آکر یہ واقعہ حضور ﷺ سے عرض کیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اسلام کے لیے نہیں عصبیت کے لیے لڑ رہا تھا کہ میرے قبیلہ کا نام ہوگا۔ پس خوب سمجھ لو کہ عصبیت جہنم میں لے جانے والی ہے، زبان اور رنگ کو حقیر سمجھنا جہنم میں جانے کا سامان کرنا ہے۔

زبانوں اور رنگوں کا اختلاف معرفتِ الٰہیہ کا ذریعہ ہے

ملاوی میں ایک رات دو بجے میری آنکھ کھل گئی تو کتا بھونک رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ کیا بات ہے کہ یہاں کا کتا بھی اسی زبان میں بھونکتا ہے جس زبان میں کراچی کا کتا بھونکتا ہے۔ کتے بلی اور تمام جانور ہر ملک کے ایک ہی طرح بولتے ہیں۔ انگلینڈ کا کتا یہ نہیں کہتا کہ I am a dog اور انگلینڈ کی بلی یہ نہیں کہتی کہ I am a cat بلکہ ہر ملک کی بلی میاؤں ہی کہے گی۔ بنگلہ دیش کے ایک عالم نے مزاحاً کہا کہ بلی جو میاؤں کہتی ہے تو دراصل کہتی ہے کہ میں آؤں؟ یعنی دستر خوان پر کیا اکیلے اکیلے کھا رہے ہو میں آؤں؟ لیکن انسانوں کی زبانیں ہر ملک اور ہر علاقہ کی مختلف ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ دل میں یہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے ان کی زبانوں میں اختلاف پیدا کردیا تاکہ اس اختلاف سے وہ مجھے پہچانیں کہ واہ رے میرے اللہ آپ کی کیا قدرت ہے کہ آپ نے کتنی زبانیں پیدا فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾

(سورۃ الروم، اٰیۃ: ۲۲)

تمہارا اختلافِ زبان اور اختلافِ رنگ میری نشانیوں میں سے ہے اور نشانیاں جانوروں کو نہیں دی جاتیں کیونکہ ان کے اندر معرفتِ الٰہیہ کی صلاحیت ہی نہیں ہے ورنہ انگلینڈ کی بلی انگریزی بولتی اور پاکستان کی بلی اردو بولتی اور بنگلہ دیش کا کتا بنگلہ بولتا لیکن ساری دنیا کے جانور ایک ہی طرح بولتے ہیں، پاکستان کا گدھا اسی طرح بولے گا جس طرح انگلینڈ کا گدھا بولتا ہے اور انسانوں کو چونکہ اپنی معرفت کیلئے پیدا کیا اس لیے ان کی زبان اور رنگ میں اختلاف رکھدیا لیکن یہ ہماری نادانی ہے کہ ہم اس کو وجہِ فضیلت بنالیں کہ ہم گورے ہیں تم کالے ہو۔ معلوم ہوا کہ زبان اور رنگ کا اختلاف لڑنے کے لیے نہیں اللہ کی معرفت و محبت کے لیے ہے۔ اگر ابا اپنی کوئی نشانی دے تو بچے اس کو دیکھ کر ابا کو یاد کرتے ہیں یا آپس میں لڑتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو زبان اور رنگ کے اختلاف کو اپنی نشانی بتارہے ہیں اور ہم بجائے اپنے مالک کو یاد کرنے کے اس پر لڑ رہے ہیں اور اس کو اپنی اپنی فضیلت کا سبب بتارہے ہیں۔ اس لیے دوسری جگہ فرمادیا:

﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ (سورۃ الحجرات، آیۃ: ۱۳)

تمہاری فضیلت اور کرامت زبانوں اور رنگوں پر نہیں ہے تقویٰ پر ہے جو جتنا زیادہ متقی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہی مکرّم ہے۔

(ماخوذ از: ارشادات درددل)

زبان ورنگ سے بالاتر ایک بے مثل قوم

جو دین سے بے وفا ہو کر اور اللہ اور رسول کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور دوبارہ یہودی اور عیسائی ہو گئے تو کوئی فکر مت کرو فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ ہم عنقریب عاشقوں کی ایک قوم پیدا کریں گے جن سے ہم محبت کریں گے اور جو ہم سے محبت کرے گی اور اَقْوَامْ نازل فرمایا اقوام نازل نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات میں جتنے لوگ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں وہ سب ایک قوم ہیں۔ چاہے وہ ملاوی کا ہو یا پاکستان کا ہو، امریکہ کا ہو یا افریقہ کا ہو، کالا ہو یا گورا ہو سارے عالم کے اللہ کے عاشق اور اللہ سے محبت کرنے والے سب ایک قوم ہیں۔ اگر اللہ کے عاشقوں میں بہت قومیں ہوتیں اور کالے گوروں کا فرق ہوتا تو اللہ لفظ قوم نازل نہ فرماتا، اقوام نازل کرتا کہ ہم اپنے عاشقوں کی اقوام نازل کریں گے لیکن فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ فرمایا کہ پوری دنیا میں جتنے میرے عاشق ہوں گے وہ سب کے سب ایک قوم ہیں، عاشقوں کی قوم الگ تھلگ نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے عاشق سب ایک قوم ہیں

البتہ محبت کی تعبیر کے لئے ان کی زبانوں میں اور رنگوں میں اختلاف ہے۔ یہ اختلافِ قومیت کی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ اختلافِ تعبیرات ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مختلف زبانوں میں ہمارا نام لیا جائے اور مختلف رنگ کے لوگ ہمیں یاد کریں، یہ ہمارا انتظام ہے۔ زبان ورنگ کے اختلاف میں ہم نے اپنی نشانی اور اپنی قدرت کا تماشہ دکھایا ہے کہ کوئی بنگلہ زبان بول رہا ہے کوئی انگریزی بول رہا ہے اور کوئی گجراتی بول رہا ہے:

﴿وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ﴾
(سورۃ الروم، آیۃ: ۲۲)

تمہارے رنگ اور کلر اور تمہاری زبانیں جو الگ الگ ہیں یہ میری نشانیاں ہیں لہٰذا اس سے یہ مت سمجھنا کہ ہمارے عاشقوں کی کئی قومیں ہیں۔ رنگ اور زبان کے اختلاف سے قوم کا مختلف ہونا لازم نہیں آتا۔ جو ہم سے محبت کرتا ہے چاہے وہ کسی رنگ اور کسی زبان کا ہو ایک قوم ہے، ساری دنیا بھر کے عاشق ایک قوم ہیں لہٰذا آپ کو ملاوی مل جائے، افریقی مل جائے، ایشیا کا مل جائے، انڈین مل جائے گجراتی مل

جائے لیکن وہ اللہ ورسول سے پیار کرتا ہو تو اس سے معانقہ کرو، محبت کرو کہ واہ رے میرے پیارے ہم تم ایک برادری ہیں، یہاں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ سارے عالم کے عاشقِ خدا ایک قوم ہیں، دلیل میں قرآن پاک کی آیت پیش کررہا ہوں ملاوی کے علماء یہاں موجود ہیں جنوبی افریقہ کے علماء موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں **فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ** میں ایک قوم پیدا کروں گا جس کی کیا شان ہوگی؟ **يُحِبُّهُمْ** اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے اور **وَيُحِبُّوْنَهٗ** اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی قوم کی پہلی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اور **بِقَوْمٍ** میں جو ''با'' ہے یہ اَتٰی یَأْتِی جو لازم تھا اس کو متعدی کررہا ہے۔ کیا مطلب ہوا؟ کہ ہمارے دیوانے خود سے نہیں بنتے، دیوانے بنائے جاتے ہیں۔ اس لئے ''با'' یہ معنیٰ پیدا کررہا ہے کہ ہم لائیں گے اپنے عاشقوں کی ایک جماعت اور قوم جس کو ہم اپنا دیوانہ بنائیں گے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جاکر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

اللہ جس کی قسمت میں اپنا عشق اور اپنی محبت رکھتا ہے وہی اللہ کا دیوانہ ہوتا ہے، جس کو اللہ پیار کرتا ہے وہی اللہ کو پیار کرتا ہے، یہ بہت خوش نصیب لوگ ہیں یہ بڑی قسمت والے ہیں بادشاہوں کو یہ قسمت نصیب نہیں ہے، اگر اللہ کو بھولے ہوئے ہیں تو بادشاہ زندگی بھر اپنی بادشاہت میں پریشان ہیں۔ تاجِ شاہی سر پر ہے اور سر میں دردِ سر ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اِک نور کا دریا بہتا ہے
(ماخوذ از اللہ کے باوفا بندے)

عاشقوں کی قومیت

اللہ تعالیٰ نے **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ** نازل کرکے بتادیا کہ میں اپنے عاشقوں سے محبت کرتا ہوں اور یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن قَدَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَحَبَّتَهٗ عَلٰی مَحَبَّةِ عِبَادِهٖ لِيَعْلَمُوْا اَنَّهُمْ يُحِبُّوْنَ رَبَّهُمْ بِفَيْضَانِ مَحَبَّةِ رَبِّهِمُ اللہ نے اپنی محبت کو اپنے بندوں کی محبت سے پہلے بیان کیا تاکہ میرے بندے جان لیں کہ ان کو جو محبت میرے ساتھ ہے یہ میری ہی محبت کا فیض ہے۔

یہ آیت مرتدین کے مقابلہ میں نازل ہوئی کہ جو مرتد ہوئے یہ بے وفا تھے، ان کو مجھ سے محبت نہیں تھی،

یہ اہل محبت نہیں تھے اب ان کے مقابلے میں فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ نازل کررہا ہوں کہ میں ایک قوم عاشقوں کی پیدا کروں گا جن سے میں محبت کروں گا اور جو مجھ سے محبت کریں گے۔ معلوم ہوا کہ عاشقوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ کا ظہور ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا چونکہ اتیان میں تو سوف ہے لیکن اس کا تسلسل منقطع نہیں ہے لہٰذا آج بھی جو اللہ کی محبت میں مست ہو یا جو اپنے اللہ والے شیخ پر عاشق ہو تو سمجھ لو کہ یہ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ کا ایک فرد ہے۔ کون سی قوم؟ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ کی قوم یہ ایک قوم ہے، اپنے عاشقوں کو اللہ نے ایک قوم قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم سب ایک قوم ہیں اگرچہ کوئی پنجابی، کوئی بنگالی، کوئی ہندوستانی، کوئی فارسی، کوئی عربی ہو ہزاروں ملکوں کے ہوں، ہزاروں زبانوں کے ہوں مگر ہم مختلف اقوام نہیں ایک ہی قوم ہیں۔ معلوم ہوا قومیت ملکوں سے نہیں بنتی، معلوم ہوا قومیت رنگ و نسل اور زبانوں سے نہیں بنتی ملکوں علاقوں خاندان اور قبائل سے نہیں اللہ کے عشق سے قومیت بنتی ہے۔ عالم میں جتنے اللہ کے عاشق ہیں سب ایک قوم ہیں۔ اگر ہر ملک اور ہر علاقے کے عاشقان خدا الگ الگ قومیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِاَقْوَامٍ نازل فرماتے کہ ہم بہت سی اقوام پیدا کریں گے لیکن فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ مفرد نازل کرکے بتادیا کہ سارے عالم کے عاشق ایک ہی قوم ہیں، جو بھی اللہ کا عاشق ہے وہ ہماری قوم میں داخل ہے اور جو ان کا عاشق نہیں وہ ہماری قوم سے نہیں اگرچہ ہمارے وطن کا ہو، اگرچہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہو، ہمارا خون، ہماری زبان، ہمارا ملک، ہمارا صوبہ، ہمارا علاقہ ہماری قوم نہیں ہے۔ ہماری قوم اللہ کے عاشقوں سے بنتی ہے اس کے اجزائے ترکیبی دو ہیں ایک یُحِبُّهُمْ اور دوسرا یُحِبُّوْنَهٗ یعنی جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور جو اللہ سے محبت کرتے ہیں یہ قوم وہ ہے جس کو خالق اقوام نازل فرمارہا ہے۔ امریکہ برطانیہ اور دنیا بھر کے کافر اس قوم کو کیا جانیں، ان کی قومیت تو رنگ و نسل ملک اور قوم اور زبانوں کے اختلاف کی بنیادوں پر بنتی ہے جس کا نتیجہ بغض و نفرت وعداوت ہے۔ پیدا کرنے والا جانتا ہے کہ قومیت کیا چیز ہے، جس نے ہم سب کو پیدا کیا اس کی بتائی ہوئی قومیت معتبر ہے یا ان کافروں کی بتائی ہوئی؟ اس قوم کی امتیازی شان رنگ و نسل زبان اور ملک نہیں ہے اس کی امتیازی شان یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ ہے کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے یُحِبُّهُمْ فرمایا کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے مگر کیسے معلوم ہو کہ اللہ ان سے محبت کررہا ہے؟ یُحِبُّهُمْ کی ضمیر هُمْ کے افراد کو اب متعین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نزول وحی بند ہوچکا، اب جبرئیل علیہ السلام نہیں آسکتے، نص قطعی سے تعین نہیں ہوسکتا کہ فلاں فلاں اشخاص سے اللہ کو محبت ہے پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کے ادراک کا اب کون سا معیار ہے، کون سی دلیل ہے کیونکہ اللہ کی محبت اپنے بندوں کے ساتھ مخفی ہے لیکن اللہ کے بندوں کی محبت اللہ کے ساتھ تو ظاہر ہے ؎

عشقِ من پیدا و دلبر ناپدید

میرا عشق تو ظاہر ہے لیکن میرا محبوب پوشیدہ ہے میرا عشق یعنی وضو کرنا نماز پڑھنا روزہ رکھنا طواف کرنا جہاد کرنا سر کٹانا سب ظاہر ہے مگر محبوب پوشیدہ ہے ؎

در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

دونوں عالم میں ایسا محبوب دکھاؤ کہ جس کو دیکھا بھی نہیں لیکن ایک ہی دن میں ستر شہید احد کے دامن میں لیٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح آج بھی بندوں کی محبت تو میرے ساتھ ظاہر ہو رہی ہے لیکن اے دنیا والو! یُحِبُّھُمْ کا علم تمہیں کیسے ہوگا تم کیسے جانو گے کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ وحی کا نزول بند ہو چکا لہٰذا آگے دلیل موجود ہے وَیُحِبُّوْنَہٗ جو لوگ مجھ سے محبت کر رہے ہیں تو سمجھ لو کہ میں بھی ان سے محبت کر رہا ہوں جس پر یُحِبُّوْنَہٗ کے آثار دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ میری ہی محبت کا فیضان ہے۔ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ اللہ تعالیٰ نے مضارع کا صیغہ نازل فرما کر بتا دیا کہ میرے عشاق حال میں بھی میرے باوفا رہیں گے اور مستقبل میں بھی میرے باوفا رہیں گے۔ یہی آیت دلالت کرتی ہے کہ اہل محبت کی صحبت میں رہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی دائمی وفاداری حاصل ہو جائے۔

اور اس آیت کا نزول سارے عالم کے عاشقوں میں رابطہ اور محبت میں اضافہ کا ضامن ہے کیونکہ جب ان کو معلوم ہوگا کہ ہم سب ایک قوم ہیں تو ہر قوم اپنی قوم کو محبوب رکھتی ہے۔ جن بچوں کو معلوم ہو کہ ہم ایک باپ کی اولاد ہیں ان میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور جن کا تعلق باپ سے کمزور ہوتا ہے انہیں کی آپس میں لڑائی ہوتی ہے، جو اللہ کی محبت سے محروم ہیں وہی آپس میں لڑتے ہیں اور اہل محبت چونکہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک قوم ہیں، ایک جان ہیں اسی لیے ان کے قلب اور قالب پر اللہ کی محبت غالب ہے۔ ایک قوم ہونے کے احساس سے محبت میں خود بخود اضافہ ہو جاتا ہے۔ سارے عالم میں کسی ملک کسی علاقہ کا کوئی اللہ والا پایا جاتا ہے تو ہر اللہ والا اس کی محبت محسوس کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے عاشقوں میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی ایک عاشق دوسرے عاشق سے مل کر مست ہو جاتا ہے کیونکہ یہ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ کا فرد ہے ؎

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عشاق میں
عشق مولیٰ ہے مگر اس تہمتِ بد سے بری (ماخوذ از: انعامات ربانی)

(جاری ہے)

اشعار حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

بے شک اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو چین وسکون ملتا ہے

یار رہے یارب تو میرا اور میں تیرا یار ہوں
مجھ کو فقط تم سے ہو محبت خلق سے میں بیزار رہوں

ہر دم ذکر وفکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں
ہوش رہے نہ مجھ کو کسی کا تیرا مگر ہوشیار رہوں

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

دونوں جہاں میں جو کچھ بھی ہے سب ہے تیرے زیر نگیں
جن و انس و حور ملائک عرش و کرسی چرخ و زمیں

کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نور مبیں
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹادوں خانۂ دل آباد رہے

سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے تیرے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

تیرا گدا بن کر میں کسی کا دست نگر اے شاہ نہ ہوں
بندۂ مال وزر نہ بنوں میں طالب عزوجاہ نہ ہوں
راہ پہ تیری پڑ کے قیامت تک میں کبھی بے راہ نہ ہوں
چین نہ لوں میں جب تک رازِ وحدت سے آگاہ نہ ہوں

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

مجھ کو سراپا ذکر بنادے ذکر تیرا اے میرے خدا
نکلے میرے ہر بن و مو سے ذکر تیرا اے میرے خدا

اب تو کبھی چھوڑے بھی نہ چھوٹے ذکر تیرا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر تیرا اے میرے خدا

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

نفس و شیطان دونوں نے ملکر ہائے کیا ہے مجھ کو تباہ
اے مولا میری مدد کر چاہتا ہوں میں تیری پناہ
مجھ سا خلق میں کوئی نہیں گو بدکار و نامہ سیاہ
تو بھی مگر غفار ہے یارب بخش دے میرے سارے گناہ

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

حسب خواہش حاجی آدم عبداللطیف ویکری والا

☆☆☆

محمد راشد

علم اور اہلِ علم

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ارشادات ہدیۂ قارئین ہیں:............(ادارہ)

(۱)......فرمایا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری جنازہ کی نماز مسجد نبوی کے اندر نہ ہو۔ باہر پڑھی جاوے۔ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک مسجد کے اندر جنازہ کی نماز مکروہ ہے۔ آپ جنت البقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب مدفون ہیں۔ (مجالس ابرار ص ۱۳ ج ۲)

(۲)......فرمایا دینی خدام کو اپنے اکابر کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ بھی رکھنا چاہئے۔ جیسے خوردہ فروش بڑے کارخانے سے مال لیتے ہیں پھر دوسروں کو سپلائی کرتے ہیں۔ ایک طرف سے لے اور دوسری طرف دے۔ اس طرح نفس میں بڑائی بھی نہیں آتی۔ ورنہ مسند مشیخت پر جم کر بیٹھ رہنے سے پھر شیطان دماغ خراب کردیتا ہے۔ (ص ۱۱ ج ۲)

(۳)......فرمایا کہ ہر فتنے کے بانی کو غور سے فکر کیجئے تو یہی معلوم ہوگا کہ یہ کسی بڑے کے زیر تربیت نہیں رہا ہے۔ جب آدمی بے لگام ہوتا ہے اور کوئی اس کا مربی اور بڑا نہیں ہوتا تو بگاڑ شروع ہوجاتا ہے۔ جاہ اور مال کے فتنے میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھ لیا وہ مستقل بدذات ہوگیا۔ (ص ۲۵ ج ۲)

(۴)......فرمایا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مرادآباد کی جامع مسجد میں وعظ فرمایا۔ بعد وعظ کوئی بڑے میاں آئے اور بہت غمگین ہوئے۔ اور کہا کہ وعظ سے محروم رہا۔ حضرت نے اُن کی خاطر پورا وعظ دوبارہ بیان فرمادیا۔ کیونکہ یہ شخص مخلص تھا۔ (ص ۲۲ ج ۲)

(۵)......فرمایا تبلیغ سے فارغ ہوکر خلوت میں حق تعالیٰ کی یاد میں لگنا بھی ضروری ہے۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ کا حکم ہے۔ (ص ۲۴ ج ۲)

(۶)......فرمایا کہ اظہار حق انبیاء علیہم السلام پر فرض ہے ہر حال میں خواہ جان بھی چلی جائے لیکن علماء کیلئے گنجائش ہے کہ اگر قتل کا خطرہ ہو تو سکوت جائز ہے لیکن اظہار حق افضل ہے۔ (ص ۱۴ ج ۲)

(۷)......فرمایا بعض اوقات روشنی بھی ہوتی ہے علم بھی ہوتا ہے مگر عمل کی قوت نہیں ہوتی۔ مثلاً کمرے میں روشنی ہے اور الماری میں سیب نظر آ رہا ہے اور اس کے وجود اور نافع ہونے پر یقین بھی ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کو کھانے کیلئے حکم بھی دیا ہوا ہے۔ اور دل بھی چاہتا ہے مگر سیب تک اُٹھ کر جانے کی قوت نہیں ہوتی۔ پھر ڈاکٹر طاقت کا انجکشن لگاتا ہے اور وٹامن کے کیپسول کھلاتا ہے جب طاقت آ جاتی ہے تو خود اُٹھ کر الماری تک جا کر سیب کھاتا ہے۔ یہی حال ان اہل علم کا ہے کہ علم کی روشنی بھی ہے یقین بھی ہے مگر عمل کی قوت نہیں ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں آنے جانے سے کچھ ہی دن میں قوت آنی شروع ہو جاتی ہے اور اعمال میں ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ (ص۹۶ ج۲)

(۸)......فرمایا ایک بڑی جگہ مجھے وعظ کیلئے بلایا گیا۔ میں نے آمد و رفت سے بچے ہوئے کرائے کو واپس کر دیا تو اُن کو تعجب ہوا اور کہنے لگے فلاں مشہور عالم نے تو سفر کیا تھرڈ سے اور خرچ کیا انٹر کلاس کا اور پھر انہوں نے سالہا سال سے آنے والے ان واعظ کو بلانا بند کر دیا کیونکہ اُن کا عمل صحیح نہ تھا۔ (ص۱۷۱ ج۲)

(۹)......فرمایا حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کی ہدایت کیلئے اپنے مدرسہ سے مبلغین مقرر فرمائے تھے۔ جو بستیوں میں خود جا کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا سوچنے کی بات ہے کہ جو لوگ آپ کے مدرسہ میں دین سیکھنے کیلئے آ رہے ہیں ان کی تدریس کیلئے بیس مدرسین ہوں اور جو لوگ یہاں نہیں آ رہے ہیں اُن کیلئے ایک بھی نہ ہو۔ مبلغ عوام کیلئے مدرس ہوتا ہے اور پھر جن عوام میں آپ کا مبلغ کام کرے گا ان کے بچے بھی تو آپ کے مدارس میں تعلیم حاصل کریں گے۔ (ص۱۷۱ ج۲)

(۱۰)......فرمایا دینی خدام عموماً کہتے ہیں کہ عوام میں ان کی عزت و وقعت نہیں ہوتی۔ تو بھائی بات یہ ہے کہ اپنی وضع قطع جب عوام جیسی بنائیں گے تو معاملہ بھی عوام جیسا ہوگا۔ وضع قطع کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ شہر سے باہر قریب ہی ایک جلسہ میں جانے کیلئے ایک واعظ صاحب یہاں آئے۔ ان کے ساتھ ماسٹر صاحب کو بھیج دیا۔ وہ واعظ صاحب عامی لباس میں تھے اور ماسٹر صاحب صلحاء کے لباس میں تھے تو اس کا اثر یہ ہوا کہ جہاں جانا تھا جب وہاں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے مولانا صاحب کو تو ایک عامی آدمی سمجھا اور ماسٹر صاحب کو سمجھا کہ یہی مولانا صاحب ہیں اور ان سے مصافحہ و ملاقات کیلئے بڑھے، تو کیا بات تھی؟ یہی کہ وہ ایک عامی لباس میں تھے۔ لہٰذا ان کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا گیا۔ میرا جب بغداد جانا ہوا تھا تو میرے برادر نسبتی ڈاکٹر محمود صاحب ایک اچھے عالم قاری سے ملاقات کرانے کیلئے لے گئے تو میرا تعارف کرانا شروع کیا تو قاری صاحب نے کہا کہ تعارف کی

کوئی ضرورت نہیں۔ ان کی وضع قطع، شکل وشباہت خود ان کا تعارف کرا رہی ہے اس لئے اپنی وضع کو صلحاء جیسی بنانا چاہئے۔ (مجالس محی السنۃ ص ۱۹)

(۱۱)...... فرمایا ایک صاحب جو کہ بڑے عالم بھی تھے اور بیس سال سے بخاری شریف پڑھاتے تھے اور وہ اوپر مکان میں رہا کرتے تھے ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہم اوپر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اُترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔ (مشکوٰۃ) مگر اس پر عمل کی نوبت ہی نہیں آئی۔ توجہ و دھیان ہی نہیں گیا۔ چنانچہ ایک بیان ہوا۔ اس میں، میں نے تذکرہ کیا کہ جب اوپر چڑھے تو اللہ اکبر پڑھے اور نیچے اُترے تو سبحان اللہ اور برابر جگہ پر چلے تو لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد سے وہ جب بھی اپنے مکان کو جاتے یا آتے ہیں یہ باتیں اُنہیں ضرور یاد آجاتیں۔ معلوم ہوا کہ عمل کیلئے توجہ اور داعیہ کی ضرورت ہے۔ (مجالس محی السنۃ ص ۴۸)

(۱۲)...... فرمایا ایک مدرسہ میں ایک صاحب مدرس رکھے گئے تھے۔ کام کرتے رہے۔ جب چند مہینے ہوگئے تو کہنے لگے واہ صاحب جو صدر مدرس ہیں ان کی لیاقت کم ہے اور ہماری لیاقت زیادہ ہے ہم کو صدر مدرس بنایا جائے ورنہ استعفاء دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک معیار کمال یہی ہے کہ یہ عربی زیادہ پڑھے ہوئے ہیں وہ کم عربی پڑھے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بھی فارغ التحصیل ہیں اور یہ بھی فارغ التحصیل ہیں بس انہوں نے تخصص کرلیا تو سمجھنے لگے کہ بہت بڑے علاّمہ ہوگئے۔ ایسے لوگ عین سے علاّمہ نہیں بلکہ ہمزہ سے الاّمہ (تکلیف دینے والے) ہوتے ہیں۔ (مجالس محی السنۃ ص ۵۴)

(۱۳)...... فرمایا پہلے مدارس عربیہ میں جو اساتذہ ہوا کرتے تھے وہ اہل عمل ہوتے تھے یعنی فرائض و واجبات کے پابند تو ہوتے ہی تھے۔ اس کے ساتھ سنن و مستحبات پر بھی پابندی سے عمل کرتے تھے۔ چنانچہ اس کا اثر طلبہ پر پڑا کرتا تھا۔ کہ ان کے اندر بھی عمل کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ ایک صاحب الٰہ آباد میں انگریزی وغیرہ پڑھایا کرتے تھے۔ ماشاء اللہ تہجد گذار تھے تو ان کے شاگرد بھی تہجد پڑھا کرتے تھے۔ یعنی انگریزی پڑھ رہے ہیں اور ماشاء اللہ تہجد کی بھی پابندی تھی اور آج کل مدرسہ کے طالب علموں میں یہ بات نہیں ہے۔ میں سب کی بات نہیں کرتا۔ بلکہ اکثر ایسا ہی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ جو انگریزی وغیرہ پڑھیں وہ تو تہجد کی پابندی کریں اور جو عالم بن رہے ہیں یا بننے والے ہیں اُنہیں اس کی ضرورت نہیں ہے؟ سوچنے کی بات ہے۔ (مجالس محی السنۃ ص ۴۹)

(۱۴)...... فرمایا جن جن مدرسوں میں ہم پڑھا رہے ہیں یا ہم وہاں پڑھ رہے ہیں۔ کیا ہم اس مدرسہ کو چندہ دیتے ہیں؟ نہیں دیتے تو دینا چاہئے۔ تھوڑا ہی سہی دس روپیہ، بیس روپیہ، بہرحال دینا

چاہئے تاکہ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ بھائی تم کیا مدرسہ کو چندہ دیتے ہو تو کم از کم کہہ سکتے کہ ہم بھی دیتے ہیں۔ اپنی وسعت کے مطابق اگر آپ چندہ نہ دیتے ہوں پھر وہ پوچھ لے تو پھر یا تو جھوٹ کہنا پڑے گا اس کا گناہ الگ یا پھر اگر سچ کہیں تو وہ کیا کہے گا؟ کہ ساری دنیا کے لوگ تو چندہ دیتے ہیں مگر آپ لوگ دیتے ہی نہیں۔ اسی لئے ہم نے اپنے یہاں یہی کہہ رکھا ہے کہ تھوڑا بہت ضرور چندہ دیا کریں۔ ماشاء اللہ اساتذہ وغیرہ دیتے ہیں۔

اصل چیز تو یہ ہے کہ کارِ خیر میں ہر نوع کی خیر ہونی چاہئے۔ بدنی تعاون یا مالی تعاون جس کا جس وقت موقع ہو۔ اس لحاظ سے معاملہ کرے۔ اس لئے کہ صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ برکت ہو جاتی ہے۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول بتلایا تھا کہ ہدایا اور تحائف میں سے جو رقوم ہوتیں اس سے چوتھائی رقم اُمورِ خیر میں صرف کرتے تھے۔ (مجالس محی السنۃ ص ۴۲)

(۱۵)......فرمایا کہ انسان کے پاس صحیح علم اگر ہے مگر اس علم پر عمل نہ ہو۔ تو عرف میں وہ بھی جاہل شمار ہوتا ہے۔ اسی لئے اگر ایک شخص اپنے والد کو گالی دے رہا ہے۔ برا بھلا کہہ رہا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ ارے میاں تیرے باپ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ تم اسے اپنا باپ نہیں سمجھتے۔ اسی طرح جو شخص اپنے علم کے موافق عمل نہ کرے۔ وہ عرف میں جاہل شمار ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں عالم بدعمل کیلئے بڑی سخت وعید آئی ہے۔ (حوالہ بالا ص ۱۷)

(۱۶)......فرمایا علم ہو مگر عمل نہ ہو تو اس کی میں ایک حسّی مثال دیا کرتا ہوں کہ جیسے کار کے چلنے کیلئے جہاں روشنی کی ضرورت ہے وہیں پٹرول کی بھی ضرورت ہے روشنی تو بیٹری سے پیدا ہوتی ہے بیٹری بڑی عمدہ ہے روشنی کھولو تو دور تک چلی جارہی ہے لیکن پٹرول نہیں تو کار نہیں چلے گی۔ تو بھائی اسی طریقہ سے علم کے ساتھ اللہ کی محبت کا پٹرول بھی ہونا چاہئے۔ بعضے عام آدمی جنہیں ہم جاہل کہتے ہیں وہ عمل میں پختہ و مضبوط ہوتے ہیں کیوں؟ اللہ کی محبت پہلے سے پیدا ہوگئی ہے۔ اب ان کے اندر علم کی ضرورت ہے۔ علم آیا، بس عمل شروع ہوگیا۔ اس کے برخلاف بہت سے عالم ہوتے ہیں کہ ان میں علم تو ہوتا ہے لیکن اللہ کی محبت نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے عمل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک صاحب نے ہم کو واقعہ سنایا کہ ہم ایک صاحب کے معتقد تھے۔ ان کا وعظ و تقریر عمدہ ہوتا تھا۔ یہاں ان کو تقریر کیلئے بلایا۔ گیارہ بجے سے ڈیڑھ بجے رات تک تقریر کی۔ ڈھائی گھنٹہ نماز اور جماعت پر بڑی عمدہ تقریر کی، پھر ڈیڑھ بجے جلسہ کرکے دو بجے آئے، پھر جو سوئے تو صبح آٹھ بجے اُٹھے۔ تو علم کتنا ہے مگر

عمل نہیں ہے۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ ہم نے کہا کہ ارے بھائی، یہ تو ٹیپ ریکارڈ ہو گئے۔ بول دیئے سنا دیا۔ چنانچہ اس کے بعد سے ان کو بلانا چھوڑ دیا۔ (مجالس محی السنۃ ص ۷۳)

(۱۷)...... فرمایا اصل چیز علم کے ساتھ عمل ہے۔ آج علم کے حاصل کرنے میں تو لوگ بہت وقت لگاتے ہیں آٹھ برس اور دس برس، لیکن اللہ کی محبت اور خشیت پیدا کرنے کیلئے سال چھ مہینہ بھی نہیں خرچ کرتے، یہی وجہ ہے بد عملی کی۔ لہٰذا علم کے ساتھ اللہ کی محبت اور اللہ کی خشیت پیدا کی جائے۔ (ص ۷۴ حوالہ بالا)

(۱۸)...... فرمایا انسان سے بھول چوک تو ہو جاتی ہے غلطی ہو جاتی ہے۔ غلطی کو مان لینا اور اس کی تلافی کرنا یہ ہے اصل کمال۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کیا شان تھی۔ مگر ایک خاص بات یہ تھی کہ اپنی غلطی کی اصلاح فرماتے۔ اور ترجیح الراجح کے نام سے اس کو شائع کرواتے۔ اس سے ہم لوگوں کو ایک سبق ملتا ہے کہ غلطی ہو جائے اس کو چھپائے نہیں۔ اس پر ضد نہ کرے۔ مان لے پھر یہ کہ اس کی تلافی کی فکر کرے۔ جس نوع کی غلطی ہو اس لحاظ سے اس کی تلافی کا طریقہ بھی ہے۔ اس کو جاننے والے سے معلوم کر کے اس کے موافق معاملہ کرے۔ (حوالہ بالا ص ۱۰۵)

(۱۹)...... فرمایا چونکہ بہت سے اہل علم اور اہل مدارس موجود ہیں اس لیے عرض کرتا ہوں کہ مدارس میں طلباء کرام کو سنن بتلائی جاتی رہیں۔ اور پھر ان کی عملی مشق کی پوری نگرانی رکھیں۔ خصوصاً سنن صلوٰۃ کی عملی مشق پر نظر رکھی جائے کہ نمازیں سنت کے مطابق ہو رہی ہیں یا نہیں۔ ورنہ علماء دین کی بڑی سبکی ہوتی ہے۔ جب مساجد میں یہ نظر آتا ہے کہ ایک تاجر اور عام آدمی تو سنت کے مطابق نماز پڑھ رہا ہے اور ایک طالب علم اور عالم دین خلاف سنت، تو بتلائیے کہ اب دین کی کیا وقعت لوگوں کے دلوں میں باقی رہے گی۔ اس لئے مدارس میں اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ طلبہ مدارس ہی میں تو سیکھیں گے جب فارغ ہو کر چلے گئے تو کام میں لگ جاتے ہیں۔ اب کون سکھائے گا؟ اور ادھر دھیان بھی نہیں جاتا کہ یہ بھی کوئی سیکھنے کی چیز ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ آج صلوا پر تو عمل ہو رہا ہے لیکن اقیموا پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ یعنی کسی طرح ادائے صلوٰۃ ہو جاتی ہے مگر اس کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی فکر کم ہو گئی ہے۔ (تحفۃ الحرم ص ۱۲)

(۲۰)...... فرمایا بچوں کو باوضو رہنے کی عادت ڈلوائے۔ ہمارے ہاں طلبہ کو اس کی تاکید کی جاتی ہے۔ بچپن کی عادتیں پختہ ہوتی ہیں اور بار بار کی تاکید رائیگاں نہیں ہوتی۔ ایک طالب علم جب ہمارے ہاں سے دوسرے ادارہ میں گئے۔ وہاں سے خط لکھا کہ آپ لوگوں کے سکھانے اور تاکید کی

برکت سے الحمدللہ پورے سال کے دوران کوئی حدیث سننے سے نہیں چھوٹی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ پورے سال کے دوران کوئی حدیث بغیر وضو نہیں سنی۔ سوائے دو حدیثوں کے، ہاتھ میں ایک دانہ نکل آیا تھا۔ اور سبق کے آخر میں وہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس حال میں دو حدیثیں گذر گئیں۔ اسی طرح ایک پندرہ سالہ طالب علم نے بتلایا کہ چھ ماہ سے برابر باوضو سو رہا ہوں۔ یہ چند برس پہلے کی بات بتلا رہا ہوں۔ کوئی پرانے زمانہ کا واقعہ نہیں۔ بہرحال بچپن کی عادتیں پختہ ہوتی ہیں۔ اس لئے مدارس میں طلبہ کو سنن کی عادت ڈالی جائے۔ پھر اس کی نگرانی رکھی جائے (تحفۃ الحرم ص ۱۴)۔

(۲۱) ...... فرمایا ایک بزرگ تھے۔ مدرس تھے۔ جب پڑھاتے ہوئے کوئی مہمان آجاتا تو جو چند منٹ خیریت وغیرہ دریافت کرتے اس کو تحریر کر لیتے اور تنخواہ اتنے اوقات کی کٹوا دیتے۔ سبحان اللہ! کیا تقویٰ تھا۔ (آئینہ ارشادات ص ۱۴)

(۲۲) ...... فرمایا بزرگوں کی صحبت کی برکت سے عوام تو اوابین و اشراق و تہجد اور نوافل کا اہتمام کرتے ہیں اور علماء کرام اور طلباء کرام اگر اہتمام نہ کریں تو عوام کا ان کے بارے میں کیا خیال ہوگا۔ ان حضرات کا صرف فرائض و واجبات پر اکتفا کیوں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم پر عمل کرنے کیلئے صحبت اہل اللہ ضروری ہے ورنہ علم کے باوجود عمل میں سستی رہتی ہے۔ (حوالہ بالا ص ۱۵)

(۲۳) ...... فرمایا علمائے کرام خوف سے متاثر نہیں ہوئے مگر طمع کے اثرات سے متاثر ہوئے لیکن اہل اللہ کے صحبت یافتہ کا اخلاص اور ایمان نہایت مضبوط ہوتا ہے جو فروخت نہیں ہوسکتا۔ (حوالہ بالا ص ۱۸)

(۲۴) ...... فرمایا جن لوگوں کو دین کی خدمت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا موقع ملا ہے۔ اُن کو اس کی قدر کرنا چاہئے لیکن اس پر مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ محض پڑھنا پڑھانا یہ کارآمد اور مفید نہیں ہے جب تک کہ یہ اللہ کی رضا کیلئے نہ ہو۔ اس لئے اس کے ساتھ ساتھ اپنے اندر اخلاص اور للّٰہیت پیدا کرنے کی فکر و کوشش کرنا چاہئے اور یہ چیز اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے کہ ان کی صحبت کی برکت سے اللہ کی رضا اور اخلاص حاصل ہوجاتا ہے۔ پھر انسان کا کام دام اور نام کیلئے نہیں رہتا۔ بلکہ رضائے رب انام کیلئے ہوجاتا ہے۔ علم سے راستہ آسان ہوجاتا ہے مگر اللہ کی محبت کے بغیر پہنچ نہیں سکتا۔ اور یہ چیز اللہ والوں کی صحبت میں ملتی ہے۔ بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا اہتمام کیا جائے اور دعا کا اہتمام بھی کیا جائے تو پھر ان شاء اللہ علم کو کارآمد بنانے والی چیز حاصل ہوجائے گی۔ (ص ۱۰۶ حوالہ بالا)

☆☆☆

بنت:۔ م۔ع۔ صدیقی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشادات

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:۔

☆......تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے۔ کیونکہ ادنی درجہ کا مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا رتبہ رکھتا ہے۔

☆......ہم نے بزرگی کو تقویٰ (گناہوں سے بچنا اور نیکیوں پر عمل کرنا)، میں، بے نیازی کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں پایا۔

☆......میں پاکی بیان کرتا ہوں اس (رب العالمین) کی ذات کی جس نے اپنی مخلوق کیلئے کوئی راستہ اپنی معرفت کا نہیں رکھا سوائے اس کے کہ (انسان) اس کی معرفت (کما حقہ جاننے اور بیان کرنے) سے عاجز ہوجائے۔

☆......اللہ تعالیٰ وہی اعمال قبول کرتا ہے جو صرف اس کی رضا (اور خوشی کی) نیت سے کئے جاتے ہیں۔ ہر آدمی کی جو نیت ہوتی ہے، اسی کے مطابق اسے اجر دیا جاتا ہے۔

☆......جس نے پانچوں وقت کی نماز (خشوع وخضوع اور دل لگا کر) پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ گیا بھلا اس کو پھر کون مار سکتا (یا نقصان پہنچا سکتا) ہے!!!

☆......اے لوگو! خدا تعالیٰ کے خوف سے رویا کرو، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش (ضرور) کیا کرو!

☆......'سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت میں ہے اور جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ میں ہے'۔

☆......ایک دن اپنے خطبے میں فرمایا'' وہ حسین کہاں گئے جن کے چہرے خوبصورت تھے، جن کو اپنی جوانی پر ناز تھا، وہ بادشاہ کہاں گئے جنہوں نے شہر آباد کئے تھے، قلعے (بڑے بڑے بلندو بالا) بنائے تھے۔ وہ بہادر کہاں گئے جو میدان جنگ میں ہمیشہ غالب رہا کرتے تھے۔ زمانے نے انہیں (مٹا دیا) ہلاک کردیا اور وہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

☆......'اے اللہ تعالیٰ کے بندو! آپس میں قطع تعلق (اور قطع رحمی) نہ کرو۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ اور بھائی بھائی ہوکر رہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۵)

دستورالعمل برائے شب برأت

☆......اس مبارک رات میں عبادت کرنے اور ذکر تلاوت کرنے کے لئے غسل کرلینا مستحب ہے۔

☆......عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا۔

☆......جتنی سہولت اور آسانی سے ممکن ہو اس رات کو نوافل اور ذکر و تلاوت میں گزارنا۔

☆......کوئی شخص منکرات سے بچتے ہوئے قبرستان جانا چاہے تو جاسکتا ہے۔

☆......صحت وعافیت، رحمت و بخشش اور جملہ مقاصد حسنہ کے لئے خوب دعا کرنا۔

☆......شعبان کی پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنا۔

☆......جن گناہوں کی نحوست اس مبارک رات کی برکت سے محروم کردیتی ہے، ان سے مکمل پرہیز، اور صدقِ دل سے توبہ کرنا اور دیگر گناہوں سے بھی توبہ کرنا۔

ماخوذ از رسالہ

"شب مغفرت" ص:۱۶

(مؤلفہ: حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم)

محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین سے درخواست ہے کہ صرف ایسے علمی، ادبی اور معاشرتی سوالات ارسال کئے جائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے پرہیز کیجئے۔ (ادارہ)

سوال:۔ دو آدمیوں نے قربانی کیلئے ایک ایک بکرا خریدا، ان میں ایک غریب ہے اور ایک امیر، اتفاق سے دونوں کے بکرے گم ہوگئے۔ تلاش کے باوجود نہیں ملے۔ دونوں نے ایک ایک بکرا اور خریدا اور خریدنے کے بعد دونوں کے بکرے مل گئے۔ اب کیا وہ امیر آدمی اور غریب آدمی دو دو قربانیاں کریں گے۔ (محمد اقبال)

جواب:۔ اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہے اور اگر غریب آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو دونوں جانوروں کی قربانی اس پر واجب ہوگی۔ کیونکہ غریب شخص کا جانور گم ہو جانے کے بعد دوسرا جانور خریدنا اس پر واجب نہیں تھا، لیکن جب اس نے دوسرا جانور بھی خرید لیا اور پہلے والا بھی مل گیا تو دونوں کی قربانی اس پر واجب ہے۔

سوال:۔ میں نے سنا ہے کہ مرد کا کھڑے ہو کر غسل کرنا اور عورت کا بیٹھ کر غسل کرنا سنت ہے کیا یہ صحیح ہے۔ کیا مرد کھڑے ہو کر غسل کرے گا؟

جواب:۔ مرد و عورت کے لحاظ کوئی فرق نہیں ہے، البتہ دونوں کیلئے بیٹھ کر غسل کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں ستر کا لحاظ زیادہ پایا جاتا ہے۔

سوال:۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر تمہیں علم حاصل کرنے کیلئے چین کا سفر بھی کرنا پڑے تو اس سے گریز مت کرو یہ حدیث کیسی ہے اور اس سے مراد علم دین ہے یا علم دنیا؟

جواب:۔ اسلام میں علم کی بڑی فضیلت ہے اور اس سلسلے میں بہت سی صحیح اور معتبر حدیثیں موجود ہیں البتہ جہاں تک سوال میں مذکور روایت کا تعلق ہے، تو یہ کوئی معتبر روایت نہیں مشہور محدث امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ (کتاب الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ حدیث نمبر ۱۴۱۶)

سوال:۔ ہمارے ہزارہ ڈویژن صوبہ سرحد کے دیہاتی علاقوں میں بہنے والے ندی نالوں میں پن چکیاں ہیں جنہیں وہاں کی زبان میں ''جندر'' کہتے ہیں، قرب و جوار اور بعض اوقات دور دراز سے بھی لوگ گندم، مکئی اور جو، وغیرہ پسوانے کیلئے ان پن چکیوں پر لاتے ہیں۔ پسوائی کی اجرت کیلئے ایک پیمانہ مقرر ہے جس کو وہاں کی زبان میں ''کڑا'' کہتے ہیں جو تقریباً دو سیر کے برابر ہوتا ہے۔ پسائی کے عمل کے آخر میں 'دو کڑے فی من کے حساب سے اس جنس میں سے بطور اجرت لے لی جاتی ہے۔ پھر رات کو دن بھر کی اجرت میں ملنے والی گندم یا مکئی اگر ضرورت ہو تو پیس کر گھر لے جاتے ہیں یا گندم رمکئی ہی گھر لے جاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اتنا ہی قدیم اور معروف ہے جتنی کہ پن چکیوں کی تاریخ قدیم اور معروف ہے اب وضاحت طلب بات یہ ہے کہ جس طرح پسے ہوئے آٹے میں سے آٹا بطور اجرت جائز نہیں کیا یہی حکم گندم رمکئی بطور اجرت لینے کا بھی ہے یا اس میں کچھ فرق ہے۔ اور پشتہا پشت سے پن چکی والوں کا ذریعہ معاش یہی ہے، ناجائز ہونے کی صورت میں سابقہ کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ (جمال الدین، ہزارہ)

جواب:۔ جی ہاں یہی حکم گندم، مکئی وغیرہ کا بھی ہے کہ پسائی کے بدلے میں اسی گندم اور مکئی سے اجرت کے طور پر دو سیر لینا جائز نہیں ہے، البتہ اس کی جائز صورت یہ ہوسکتی ہے کہ گندم پیسنے والے کا اسی گندم کے آٹے میں سے ایک خاص مقدار بطور اجرت طے کرنا شرعاً ناجائز ہے حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے تاہم اگر یہ صورت اختیار کی جائے کہ اس پیسی جانے والی گندم سے اجرت متعین نہ کی جائے بلکہ پیسنے والے سے یوں کہا جائے کہ تم یہ گندم پیس دو اس کی اجرت کے طور پر میں تمہیں اتنا آٹا دوں گا، جو گندم پیسی جارہی ہے اس میں سے دینے کا بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ طریقہ درست ہے پھر چاہے وہ اجرت اسی گندم کے آٹے سے ادا کردی جائے یا کسی اور آٹے سے ادا کی جائے۔

سوال:۔ ہمارے کچھ دوست پنڈی میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور وہیں ہاسٹل میں ان کی رہائش ہے ہفتہ کے بعد وہ گھر آتے ہیں تو ان کی نماز پنڈی میں قصر ہوگی یا پوری جبکہ ان کا وطن اصلی مانسہرہ شہر ہے؟ (ابوحذیفہ۔ مانسہرہ)

جواب:۔ اس صورت میں اگر مذکورہ طلباء پنڈی میں مع ساز و سامان رہائش پذیر ہیں اور ان کے پاس وہاں رہائش کی جگہ موجود ہے تو پنڈی میں ایک مرتبہ پندرہ دن قیام کی نیت کرنے سے یہ یہاں مقیم ہوجائیں گے اور پوری نماز پڑھیں گے۔ اور اگر انہوں نے مذکورہ تفصیل کے مطابق ایک مرتبہ

بھی پندرہ دن قیام کی نیت کے ساتھ اس جگہ کو اپنا وطن اقامت نہیں بنایا تو یہ مقیم نہیں ہوں گے، لہٰذا تنہا یا مسافر امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے تو قصر کریں گے، البتہ مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے تو پوری نماز پڑھیں گے۔

سوال:۔ تعزیت کی دعاء میں ہمارے ہاں میت کے گھر جمع ہوکر تین دن تک روزانہ باری باری ہر شخص دعاء کراتا ہے اور ہاتھ اٹھا کر تعزیت کی دعاء کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ (ایضاً)

جواب:۔ مذکورہ صورت میں اہل میت سے جو تعزیت کے طور پر اجتماعی دعاء کا جو رواج ہے جس کی فرض و واجب کی طرح پابندی کی جاتی ہے یہ ناجائز اور بدعت ہے جس کو ترک کرنا واجب ہے البتہ اہلِ میت سے سنت کے مطابق تعزیت کرنا درست ہے۔

سوال:۔ حرم مکہ کے باہر ایک عمارت بنی ہوئی ہے غالباً بن داود کے نام سے اور اس عمارت کے تیسرے یا چوتھے فلور پر نماز کی کافی بڑی جگہ ہے اور ہزاروں افراد وہاں پر نماز ادا کرتے ہیں حرم ہی کی جماعت کے ساتھ اور وہاں پر اسپیکر لگے ہوئے ہیں تو کیا وہاں نماز ادا کرنے سے جماعت کے ساتھ نماز ہوگی اور جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب:۔ مذکورہ صورت میں اگر مسجد حرام کی جماعت کی صفیں اس عمارت تک پہنچ جاتی ہیں اور عمارت اور آخری صف کے درمیان اس قدر فاصلہ نہ رہتا ہو کہ جہاں سے کوئی کار یا اس جیسی کوئی گاڑی وغیرہ گزر سکے تو مذکورہ عمارت میں سے مسجد حرام کی جماعت میں شریک ہوکر وہاں کے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے اور اگر صفیں مذکورہ عمارت تک نہیں پہنچتیں بلکہ مسجد حرام کی اخیر صف اور عمارت کے درمیان اتنا کشادہ راستہ خالی رہتا ہے جہاں سے کار جیسی گاڑی وغیرہ گزر سکے تو وہاں سے مسجد حرام کے امام کی اقتداء درست نہیں اور ایسی جماعت میں شامل ہونا بھی درست نہیں۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۵۱)

☆...... مسلمان کا حق مارنے والے پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ نے جس کام کے کرنے میں اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے، اس کے کرنے میں جلدی کرو، سمجھو اور سمجھاؤ، ڈرو اور ڈراؤ، کیونکہ خدائے تعالیٰ نے صاف طور پر بیان کردیا ہے کہ تم سے پہلے کون لوگ کن امور کے کرنے سے ہلاک ہوئے اور کون سے کام کرنے سے نجات پائی۔ اس نے اپنے کلام پاک میں حلال و حرام مکروہ، مستحب اور محبوب چیزیں بیان کردی ہیں۔ میں تمہیں اور اپنے نفس کو نصیحت کرنے میں دیر نہیں کرتا۔

☆...... اللہ تعالیٰ مخلوق پر سے کبھی مصیبت اور برائی نہیں ہٹاتے تاوقتیکہ مخلوق عبادت کی طرف نہ جھک جائے۔

☆...... جس جسم کی غذا حرام ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

القسم العربی کے طلبہ کی طرف سے محفل کا انعقاد

۳۰ ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ: بدھ کے روز عشاء کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کے سبزہ زار میں القسم العربی کے طلبہ کی طرف سے ایک حفلہ منعقد کیا گیا، اس میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے خصوصی خطاب میں عربی ادب کی اہمیت وضرورت کو اپنے بلیغ انداز میں واضح فرمایا، طلبہ نے بھی عربی میں تقاریر اور نظمیں پیش کیں جن سے عربی گفتگو اور محاورات میں ان کی اچھی قابلیت کا اظہار ہوا۔ جلسے کے انتظامات اور طلبہ کو عربی تقاریر کیلئے تیار کرنے کا کام مولانا حسین قاسم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں انجام پایا۔

وفاق کی امتحانی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت

۸ ر رجب ۱۴۳۰ھ: جمعرات کے روز ملتان میں وفاق المدارس کی امتحانی کمیٹی کا اجلاس ہوا، جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ حدیث حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم اس کمیٹی کے رکن ہیں اس لئے آپ نے رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر امتحانی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت فرمائی، اجلاس میں وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات، جوابی کاپیوں کی جانچ اور حضرات ممتحنین کے بارے میں مختلف امور زیرغور آئے اور متعدد فیصلے ہوئے ۹ ر رجب ۱۴۳۰ھ جمعہ کے روز حضرت مولانا موصوف بحمداللہ بعافیت واپس کراچی تشریف لے آئے۔

محفل قرأت کا انعقاد

۸ ر رجب ۱۴۳۰ھ: جمعرات کے روز قسم القراءت کے طلبہ کی طرف سے محفل قراءت منعقد ہوئی۔ اس میں طلبہ کے مابین حسن قراءت میں مقابلہ بھی ہوا، خامسہ قراءت کے حبیب الرحمٰن نے پہلی، سادسہ قراءت کے افتخار الدین نے دوسری اور ثانیہ عربی کے مصباح اللہ نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ طلبہ نے سامعین کے سامنے مختلف روایتوں میں قرآن کریم سنایا جس سے فنِ قراءت میں ان کی بہترین صلاحیتوں کا عمدہ مظاہرہ ہوا۔ اس جلسہ کو جناب قاری احسان اللہ صاحب فاروقی مدظلہم کی آمد نے مزید رونق بخشی، آخیر میں قاری صاحب موصوف نے اپنی پرسوز آواز میں سورۂ ملک کی تلاوت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ تمام شرکاء کو قرآن کریم کی برکات سے مالا مال فرمائیں۔ آمین

اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے وائس چانسلر کی آمد

۱۴؍رجب ۱۴۳۰ھ: بدھ کے روز اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے وائس چانسلر اور نائب ڈین جامعہ دارالعلوم کراچی میں تشریف لائے اور یہاں کے تمام شعبوں کا تفصیل سے معائنہ کیا۔ دارالعلوم کراچی کے متعدد شعبہ جات کی حسن کارکردگی پر اپنے اچھے تأثرات کا اظہار فرمایا۔ بالخصوص جامعہ دارالعلوم کے شعبہ حراء فاؤنڈیشن اسکول کی تعلیمی و انتظامی صورتحال اور موسوعۃ الحدیث کے کام کو دیکھ کر اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا بعدازاں حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم اور حضرت نائب رئیس الجامعہ مدظلہم سے تبادلہ خیال بھی ہوا۔

مسابقہ حفظ القرآن الکریم

جامعہ دارالعلوم کے شعبہ دارالقرآن کے زیرانتظام اس سال بھی کامل الحفظ طلبہ میں مسابقۂ حفظ کرایا گیا جس میں دارالعلوم کراچی کے مرکز کورنگی، تمام شاخوں اور تمام ملحقہ مکاتب قرآنیہ کے منتخب طلبہ نے حصہ لیا، مسابقہ کے بیرونی ممتحن و جج حضرات کررہے تھے۔ اس مسابقہ کے انتظامات حضرت مولانا افتخار احمد صاحب اعظمی مدظلہم کی نگرانی میں جناب قاری عبدالرحمٰن انصاری حفظہ اللہ کی بھرپور توجہات اور اساتذہ دارالقرآن کے تعاون سے بخیروخوبی انجام پائے۔ اس مسابقہ کی آخری نشست میں حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کا خصوصی خطاب ہوا، آپ نے اس مسابقہ کی رونق و برکت پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا اور شرکاء کو مبارک باددی بیرونی جج قراء کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا اور مسابقہ کے انتظامات پر مولانا افتخار احمد صاحب اور قاری عبدالرحمٰن صاحب کی کاوشوں کو سراہا اور تمام حضرات کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔ اخیر میں تمام انعام یافتگان میں انعامات تقسیم کئے گئے اور اسی جلسہ میں تمام کامل الحفظ طلبہ کو نشان فضیلت کے طور پر رومال بھی دیئے گئے۔ دعا پر اس جلسہ کا اختتام ہوا۔

ختم بخاری شریف کی تقریب

۱۷؍رجب ۱۴۳۰ھ: ہفتہ کے روز جامعہ دارالعلوم کراچی کی مسجد میں ختم بخاری شریف کی مبارک تقریب منعقد ہوئی، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی نے بخاری شریف کے آخری باب کا عارفانہ، ناصحانہ اور بصیرت افروز درس ارشاد فرمایا، اس کے بعد رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے مسلک دیوبند پر کاربند رہنے اور فرقہ واریت سے اجتناب کے موضوع پر بڑی منضبط، رواں اور سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد فضلاء کی دستار بندی ہوئی اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی پرسوز دعاء پر یہ تقریب حسن وخوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچی، اس دفعہ اگرچہ ختم بخاری شریف کی باقاعدہ کسی معین تاریخ کا پہلے سے اعلان نہیں کیا گیا تھا بلکہ ۱۷؍رجب ہفتہ کے روز صبح نو بجے اچانک طلبۂ دورۂ حدیث کو اس کی اطلاع کی گئی تھی اس کے

باوجود سامعین کا ایک بڑا مجمع دارالعلوم میں پہنچ کر تقریب میں شریک ہوگیا۔

حسب سابق طلبہ دورۂ حدیث کے اعزاز میں ایک دعوت طعام بھی ۱۹؍رجب ۱۴۳۰ھ کو بعض اہل خیر حضرات کے تعاون سے انجام پائی، اللہ تعالیٰ تمام معاونین کو جزاء خیر سے نوازیں۔ آمین۔

دارالعلوم کراچی کے کیمپوں کا دورہ

۱۸؍رجب ۱۴۳۰ھ: اتوار کے روز حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب مدظلہم حضرت مولانا محمد زبیر عثمانی صاحب اور مولانا محمد یونس صاحب پر مشتمل ایک سہ رکنی وفد مردان کیلئے روانہ ہوا، وفد نے مردان میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے قائم کردہ اُن کیمپوں کا دورہ کیا جن کی تفصیل پچھلے شمارے کے ایک مستقل مضمون میں آچکی ہے۔ یہ حضرات ۲۱؍رجب ۱۴۳۰ھ بدھ کے روز واپس تشریف لے آئے، ان کا کہنا تھا کہ الحمدللہ دارالعلوم نے جو کیمپ متاثرین کی خدمت کیلئے قائم کئے ہیں وہ روز اول سے بدستور معیاری کام کررہے ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگ ان سے بہت مطمئن ہیں، متاثرین کی واپسی الحمدللہ شروع ہوگئی ہے، جو متاثرین واپس جارہے ہیں دارالعلوم کی طرف سے ان میں رقم تقسیم کی جارہی ہے، مردان میں ایک مرکز صحت بھی متاثرین کا علاج معالجہ کررہا ہے جس میں یومیہ دس ہزار روپے جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے دئے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام متاثرین کو صحت وسلامتی کے ساتھ جلد اپنے گھروں تک پہنچادے اور ان کی تمام پریشانیوں کو جلد دور فرمادے۔ آمین۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی میں خامسہ قراءت کے طالبعلم امیرغوث خان بونیروی گذشتہ دنوں طویل علالت کے بعد راولپنڈی کے ایک ہسپتال میں انتقال کرگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

جامعہ دارالعلوم کراچی نانک واڑہ کے استاد جناب قاری محمد یعقوب صاحب حفظہ اللہ کی والدہ ماجدہ گذشتہ دنوں انتقال فرماگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

جامعہ دارالعلوم کورنگی کے استاد مولانا ابوطاہر صدیقی صاحب حفظہ اللہ کی والدہ ماجدہ ۱۷؍رجب ۱۴۳۰ھ کو انتقال فرماگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی بال بال مغفرت فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل اور فلاح دارین عطا فرمائیں۔ آمین

☆☆☆

قرآن مجید کی عظمت و فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے سینے میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے اجاڑ گھر۔ (ترمذی و دارمی)

ف: اس میں تاکید ہے کہ کسی مسلمان کے دل کو قرآن سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔
ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن کی ایک آیت سننے کے لئے بھی کان لگائے اس کے لئے ایسی نیکی لکھی جاتی ہے جو بڑھتی چلی جاتی ہے (اس بڑھنے کی کوئی حد نہیں تبلائی) خدا تعالیٰ سے اُمید ہے کہ بڑھنے کی کوئی حد نہ ہوگی بے انتہا چلی جائے گی اور جو شخص جس آیت کو پڑھے وہ آیت اس شخص کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگی جو اس نیکی کے بڑھنے سے بھی زیادہ ہوگی۔

ف: اللہ اکبر قرآن مجید کیسی بڑی چیز ہے کہ جب تک قرآن پڑھنا نہ آئے کسی پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سن ہی لیا کرے وہ بھی ثواب سے مالا مال ہو جائے گا۔ (حیوٰۃ المسلمین)

تلاوت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ قرآن پڑھنے والے سے قیامت کے روز کہا جائے گا۔ جس ٹھیراؤ اور خوش الحانی کے ساتھ تم دنیا میں بنا سنوار کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح قرآن پڑھو اور ہر آیت کے صلے میں ایک درجہ بلند ہوتے جاؤ۔ تمہارا ٹھکانا تمہاری تلاوت کی آخری آیت پر ہے۔

ایک بندہ خدا

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

نام کتاب.......... معارف مفتی اعظمؒ

افادات .... مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

مرتب.............. سید محمد اکبر شاہ بخاری

ضخامت .... ۵۳۹ صفحات، خوبصورت سرِ ورق، کاغذ کمپوزنگ مناسب، عام قیمت ۲۹۰/- روپے

ناشر .... زم زم پبلشرز شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی۔

جناب سید محمد اکبر شاہ بخاری صاحب مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے اکابر کے حالات و واقعات، نیز ان کے علمی و تحقیقی مقالات و افادات کو مختلف جگہوں سے جمع کر کے عمدہ انداز میں مرتب کرنے کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے۔ موصوف اب تک اس سلسلے کی متعدد کتابیں مرتب کر کے شائع کروا چکے ہیں۔

زیرِ نظر ضخیم کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں حافظ صاحب موصوف نے ماہنامہ البلاغ اور دیگر کتب و رسائل سے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ (بانی جامعہ دارالعلوم کراچی) کے قیمتی افادات، تحریریں اور ملفوظات جمع کر دیئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے مختصر حالات زندگی اور خدمات پر مشتمل ایک مضمون بھی کتاب کے شروع میں شامل کر دیا ہے۔

حق تعالیٰ موصوف کی اس دینی و علمی خدمت کو قبول فرمائے اور خواص و عوام ہر دو طبقوں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ .... (ابومعاذ)

☆☆☆

زیادہ نفع کمانے کے لئے ذخیرہ اندوزی کی ممانعت
حضرت عمر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو تاجر غلہ وغیرہ، ضروریات زندگی کا ذخیرہ عوام کی ضرورت کے باوجود مہنگائی کے لئے محفوظ رکھے وہ گنہگار اور ملعون ہے“۔ (ابن ماجہ والدرامی)
اسلام کے معاشی نظام کی حقیقت یہ ہے کہ عوام خاص کر غرباء یعنی کم آمدنی والوں کو زندگی گذارنا دشوار نہ ہو، تجارت پیشہ اور دولت مند طبقہ زیادہ نفع اندوزی کے بجائے عوام کی سہولت کو پیش نظر رکھے اور اس مقصد کے لئے کم نفع پر قناعت کرکے اللہ کی رضا اور آخرت کا اجر حاصل کرے۔
ذخیرہ اندوزی سے مصنوعی قلت پیدا ہو کر گرانی بڑھ جاتی ہے اور عام لوگوں کا گزارہ دشوار ہو جاتا ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سختی سے منع فرمایا ہے۔